Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے
سالانہ.................. 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .....اہلِ پاکستان کو بھارت اور اہلِ کفر سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ....مفتی محمد رضوان ۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۲،آیت نمبر۷۶تا۷۹)...یہودیوں کی منافقت اور توریت میں تحریف.........// // ۵
درسِ حدیث ....نماز کی اہمیت وتاکید (دوسری وآخری قسط)..............// // ۹
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ
اسرائیل کے مظالم اور مسلمانوں کے لئے عبرت............................مفتی محمد رضوان ۲۳
بمبئی دھماکوں کے محرکات واسباب..// // ۲۶
ماہِ محرم: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.......................مولوی طارق محمود ۲۸
نمازوں کے اوقات (نماز کی شرائط کا بیان: قسط۴)..............................مفتی محمد امجد حسین ۳۱
غسل کرنے کے آداب...مفتی محمد رضوان ۳۵
حکیم الامت کی چند نصائح (قسط۲)...............اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۳۹
اسلامی بینکاری کا سفر (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس).......................مفتی محمد رضوان ۴۱
علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط۱۶)...............مولانا محمد امجد حسین ۴۶
تذکرۂ اولیاء:.......... کچھ دیر آخرت کے فکرمندوں کے ساتھ.............// // ۵۲
پیارے بچو! .... بچو! دوستی کیسے لڑکوں سے کی جائے؟............حافظ محمد ناصر ۵۶
بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط۵).....مفتی ابوشعیب ۵۸
آپ کے دینی مسائل کا حل.......... شرعی سفر کی مقدار کتنی ہے؟............ادارہ ۶۱
کیا آپ جانتے ہیں؟........... سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۳
عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۱۳)...............ابوجویریہ ۸۷
طب وصحت........... روغنِ زیتون (Olive Oil)..............حکیم محمد فیضان ۹۳
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز...............مولانا محمد امجد حسین ۹۶
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..............ابرار حسین ستی ۹۷

Idara Ghufran

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

اہلِ پاکستان کو بھارت اور اہلِ کفر سے ہوشیار رہنے کی ضرورت

بمبئی دھماکوں کے بعد پاکستان و بھارت کے درمیان کشیدگی کی جو فضاء قائم ہے، اور بھارت کی قیادت کی طرف سے جس قسم کے بیانات سامنے آرہے ہیں، وہ اہلِ پاکستان کے لیے نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

بھارت پاکستان سے جس طرح کا تعصب رکھتا ہے، وہ بالکل ظاہر ہے، جس کا وقتاً فوقتاً اس کی طرف سے مختلف طریقوں سے اظہار ہوتا رہتا ہے، اور یہ سلسلہ شدت کے ساتھ اب بھی جاری ہے، دراصل صرف بھارت ہی نہیں، پورے عالَمِ کفر کو پاکستان کے وجود ہی سے خار اور چڑ ہے، اور اس بارے میں عالَمِ کفر کی طرف سے مختلف خفیہ سازشوں کا بھی انکشاف ہو چکا ہے، کہ وہ عرصہ سے پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کے عزائم رکھتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور کچھ مقدس ہستیوں اور پاکستان میں کچھ دین کے نمایاں وامتیازی کام ہونے کی برکات سے ابھی تک اپنے عزائم میں باوجود انتھک کوششیں کرنے کے کامیاب نہیں ہو سکے۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ کامیاب بھی نہیں ہو سکیں گے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ ثابت قدمی اور رجوع الی اللہ کا عمل جاری رہے، اور کسی لمحہ اس سے غفلت اختیار نہ کی جائے۔

بمبئی دھماکوں کے اسباب ومحرکات کیا تھے؟

اس سلسلہ میں تجزیہ نگاروں کی مختلف آراء سامنے آئی ہیں، ان آراء وتجزیوں سے بھی خصوصاً بھارت اور عموماً عالَمِ کفر کے خفیہ عزائم کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

لہٰذا ان حالات میں پوری قوم کو اجتماعی طور پر خاص تیاری کی ضرورت ہے، اور اس تیاری کے لیے ظاہری اسباب کے درجہ میں مادی طاقت ووسائل کے مہیا وفراہم کرنے کی تو اپنی جگہ ضرورت ہے ہی، اسی کے ساتھ دو باتوں کی اور بھی ضرورت ہے۔

ایک یہ کہ رجوع الی اللہ اور توبہ واستغفار اور دعا وتضرع کا سلسلہ تیز ہونا چاہیے، ہر شخص اپنے اپنے طور پر

گناہوں سے توبہ واستغفار کرے، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت وحفاظت کے لیے دعائیں کی جائیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں کوتاہی نہ کی جائے، جس سے ان شاءاللہ تعالیٰ نصرتِ الٰہی حاصل ہوگی۔

دوسرے ہر شخص ذہنی طور پر کفار ومشرکین سے ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ ودفاع کے لیے تیار رہے، اور اپنی ہمت وجرأت کو بلند رکھے، اور بزدلی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ اور اسلامی ملکوں کی سرحدوں کی حفاظت فرمائیں، اور عالَمِ کفر کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔ آمین

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات

قمری واسلامی سال کے دوسرے مہینے ''صفر'' سے متعلق شرعی احکامات، زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور نظریات اور ان کا ردّ، موجودہ دور کی سینکڑوں توہّم پرستیاں، اور زمانۂ جاہلیت سے ان کا تعلق۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات۔

مرتب

مفتی محمد رضوان

مدیر: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۲،آیت نمبر۷۶تا۷۹) مفتی محمد رضوان

یہودیوں کی منافقت اورتوریت میں تحریف

وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا. وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ. أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۷۶) أَوَلَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ(۷۷) وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ (۷۸) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا. فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (۷۹)

ترجمہ: اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں،اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم ان کو وہ چیزیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ یہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے پاس حجت میں تم کو مغلوب کردیں؟ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟ (۷۶) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ چُھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں (۷۷) اور بعض ان میں سے بے پڑھے ہیں، کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی، سِوائے جھوٹی آرزوؤں کے، اور اُن کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات (۷۸) سوخرابی ہے اُن کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے، پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے کچھ نقد وصول کرلیں، سوخرابی ہے اُن کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے، اورخرابی ہے اُن کو اپنی اس کمائی سے (۷۹)

تفسیر وتشریح

یہودیوں کے دوگروہ تھے، ایک تو اپنی آسمانی کتاب توریت کا علم رکھتے تھے، اور دوسرے توریت کا علم نہ رکھتے تھے۔ جو یہودی توریت کا علم رکھتے تھے، اُن میں سے بعض کا طرزِعمل منافقانہ تھا، اور بعض یہودی علانیہ طور پر اپنے آپ کو یہودی کہتے تھے۔

منافق یہودی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور حقیقت میں یہودی ہی تھے، وہ لوگ جب مسلمانوں سے ملتے تو انہیں کہتے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اپنے ہم مذہب دوسرے یہودیوں سے ملتے تو

Idara Ghufran

اُن کے ساتھی اور ہم مذہب ہونے کا دعویٰ کرتے۔

مذکورہ یہودی منافقین کبھی خوشامد میں اپنے ایمان کی سچائی جتلانے کے لیے مسلمانوں سے کہہ دیتے تھے کہ توریت میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارت آئی ہے یا قرآن مجید کے متعلق خبر آئی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس پر دوسرے یہودی اُن کو ملامت کرتے تھے کہ تم مسلمانوں کو خوشامد میں وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے توریت میں تم پر منکشف کردی ہیں، مگر ہم مصلحت کی وجہ سے وہ باتیں مسلمانوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں، تمہارے اس طرزِ عمل سے مسلمان تمہاری ہی باتوں کو دلائل بنا کر تمہیں مغلوب کردیں گے کہ دیکھو! یہ مضمون اللہ تعالیٰ کے پاس سے تمہاری کتاب میں آیا ہے، ملامت کرتے ہوئے علانیہ یہودی، منافق یہودیوں سے کہتے تھے کہ کیا تم اتنی موٹی سی بات نہیں سمجھتے؟

کیونکہ منافقین یہودی اپنے اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے تھے، اور اپنے کفر کو چھپا رہے تھے جبکہ علانیہ یہودی توریت میں حضور ﷺ کی بشارت وغیرہ کے مضامین کو چھپا رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مضامین سے مسلمانوں کو مطلع فرمادیا۔ چنانچہ اگلی آیت میں توریت سے واقف یہودیوں کے مذکورہ دونوں طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ.

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ چُھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں

یعنی یہودیوں کے طبقہ نے مسلمانوں سے اگر اپنا کفر چھپایا اور حضور ﷺ کی بشارت وغیرہ کے مضامین کو چھپایا تو کیا ہوا، اللہ تعالیٰ کو تو سب خبر ہے؛ حق کو چھپانے سے یہ کیا سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی حجت قائم نہ ہوگی۔ مذکورہ آیت میں توریت سے واقف یہودیوں کا ذکر تھا۔

اگلی آیت میں توریت سے ناواقف یہودیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

اور بعض ان میں سے بے پڑھے ہیں، کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی۔

یہودیوں کے اس بے پڑھے لکھے طبقے کی لاعلمی اور جہالت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُن کے علماء کی تعلیم ناقص ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہودیوں کے اس لاعلم اور جاہل طبقے میں سوچنے، سمجھنے اور فہم کی کمی ہے۔

اور فہم کی کمی ہونے کی وجہ سے یہ لاعلم طبقہ بے بنیاد خیالات اور جھوٹی آرزوئیں ہی رکھتا ہے، یہ حقیقی واقعات کی تحقیق کہاں کرسکتا ہے؟ چنانچہ آگے ارشادِ ربانی ہے:

اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ.

سِوائے جھوٹی آرزوؤں کے، اور اُن کے پاس خیالات کے سِوا کچھ نہیں۔

جھوٹی آرزوئیں اس قسم کی تھیں کہ مثلاً جنت میں سِوائے یہود وعیسائیوں کے اور کوئی داخل نہ ہوگا، اور اگر بالفرض ہم جہنّم میں گئے بھی تو صرف چند دن جہنّم میں رہیں گے، اس قسم کی آرزوئیں جاہل یہودیوں کے دِلوں میں ان کے علمائے سونے ڈال دی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ صرف ان کا گمان ہے (معارفین، بتغیر)

مذکورہ آیت میں جہاں یہودیوں کے لاعلم طبقے کی مذمت بیان ہورہی ہے، تو اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اُن کی لاعلمی اور جہالت کا سبب بننے والے یہودی علماء اپنی خیانت کی وجہ سے اُن سے زیادہ ڈانٹ اور سزا کے قابل ہیں، اور وہ اس جرم میں اپنی عوام کے جرم سے زیادہ بڑے مجرم ہیں۔

اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوگئی کہ گمراہ قائد وپیشوا کی پیروی کرنے والے بھی گمراہ اور مجرم شمار ہوتے ہیں چنانچہ اگلی آیت میں ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ

کہ بڑی خرابی اُن کی ہوگی جو توریت کو بدل سدل کر اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔

عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یہودی علماء غلط سلط مسئلے بتلاتے تھے، اور اس پر دوسرا بڑا جرم یہ کرتے تھے کہ اپنے بتائے ہوئے غلط مسئلوں کے بارے میں کہتے تھے کہ:

هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہودی علماء کے اس طرزِ عمل کی وجہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا. تاکہ اس ذریعے سے کچھ تھوڑا نقد وصول کرلیں۔

آخرت کے عظیم اجر وثواب کو چھوڑ کر اور اس سے بڑھ کر آخرت کے وبال وعذاب کو اختیار کر کے اس کے مقابلہ میں دنیا کا کتنا زیادہ ہی مال ودولت اور خزانہ حاصل کرلیا جائے، وہ سب بہت تھوڑا، قلیل اور کم ہے، اس لیے اس کو **ثَمَنًا قَلِيْلًا** (تھوڑا نقد) فرمایا (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

آگے ان کی جزاء، بدلہ اور سزا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

سو خرابی ہے اُن کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے، اور خرابی ہے اُن کو اپنی اس کمائی سے۔

Idara Ghufran

یہاں یہودی علماء کی اللہ تعالیٰ نے دوغلطیاں بیان کی ہیں، ایک توریت کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر جانتے بوجھتے ہوئے اس میں تحریف کرنا اور دوسرا وہ نقد جو وہ غلط مسئلے بتا کر وصول کیا کرتے تھے۔

یہ ان کا دوہرا جرم تھا، لہٰذا اس کی سزا اور وبال بھی دوہرا ہی ہوگا۔

اس طرح یہودی علماء اپنی عوام کی نظروں میں اپنا وقار اور وقعت بھی بچا کر رکھنا چاہتے تھے، اور اپنی عوام سے کچھ مال بھی وصول کرتے تھے۔

توریت اور انجیل میں بہت کچھ تحریف وتبدیل ہو چکی ہے، اور اب اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں میں سے صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے، جو ہر قسم کی تحریف سے محفوظ وسلامت ہے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ بَنِی إِسْرَائِیلَ کَتَبُوا کِتَاباً فَتَبِعُوهُ وَتَرَکُوا التَّوْرَاةَ (سنن دارمی، باب مَنْ لَمْ يَرَ كِتَابَةَ الْحَدِيثِ)

ترجمہ: بے شک بنی اسرائیل نے ایک کتاب خود سے لکھ کر اس کی پیروی شروع کردی تھی، اور اصل توراۃ کو چھوڑ دیا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً بھی روایت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ أَنَّ بَنِی إِسْرَائِیلَ کَتَبُوا کِتَاباً فَاتَّبَعُوهُ وَتَرَکُوا التَّوْرَاةَ (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۵۵۴۸) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بنی اسرائیل نے ایک کتاب خود سے لکھ کر اس کی پیروی شروع کردی تھی، اور اصل توراۃ کو چھوڑ دیا تھا (ترجمہ ختم) [۲]

---

[۱] قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۲۳۶)

[۲] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہودیوں کی توریت میں تحریف کرنے کے متعلق مندرجہ ذیل تفصیل بھی مروی ہے:

عن عبد الله بن عباس رضی الله عنهما قال :کیف تسألون عن شیء و عندکم کتاب الله أحدث الأخبار بالله و قد أخبرکم أنهم کتبوا کتابا بأیدیهم و بدلوا و حرفوا و قالوا هذا من عند الله و اشتروا به ثمنا قلیلا فعندکم کتاب الله محض لم یشب فو الله لا یسألکم أحد منهم عن الذی أنزل علیکم (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۰۴۱، واللفظ لهٗ، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۰۱۵۹، شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۱۷۵)

قال الحاکم:

هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه/تعلیق الذهبی قی التلخیص :علی شرط البخاری ومسلم (حواله بالا)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز کی اہمیت وتاکید (دوسری وآخری قسط)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری مسلم ترمذی نسائی)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے قائم کرنے اور زکاۃ کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی رکھنے پر بیعت کی (ترجمہ ختم)

فائدہ: بیعت میں دراصل ایک معاہدہ ہوتا ہے۔

اسلام لانے کے بعد نماز اور زکاۃ اسلام کے اہم ارکان میں سے ہیں، اور سب مسلمانوں کا خیر خواہ رہنا اور ان کی خیر وبھلائی چاہنا یہ اسلام کی خصوصی شان ہے، اس لئے حضور ﷺ نے بیعت کے وقت ان تین اعمال کو معاہدہ کا حصہ بنایا۔ جس سے ان تینوں اعمال کی اہمیت معلوم ہوئی۔ [۱]

حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ:

---

[۱] بايعت رسول الله على إقام الصلاة أى إقامتها وإدامتها وحذف تاء الإقامة عند الإضافة للإطالة وإيتاء الزكاة أى إعطائها وتمليكها لمستحقيها قال النووى وإنما اقتصر على الصلاة والزكاة لكونهما من العبادات المالية والبدنية وهما أهم أركان الإسلام بعد الشهادتين وإظهارها اه لا يقال لعل غيرهما من الصوم والحج لم يكونا واجبين حينئذ لأنه أسلم عام توفى رسول الله كما سبق فى ترجمته ولأن الصوم من جملة العبادات البدنية ومن أقام على محافظة الصلوات ومداومتها فبالأولى أن يقيم بالصوم بخلاف عكسه كما هو مشاهد فى أهل الزمان والحج مركب من العبادات المالية والبدنية فمن قام بهما قام به لا سيما ومحله فى العمر مرة بخلاف الصلاة فإن لها أوقاتا فى كل يوم وليلة والزكاة واجبة فى كل سنة والنصح بضم فسكون أى وبالنصيحة لكل مسلم أى من خاصة المسلمين وعامتهم قال النووى روى أن جريرا رضى الله عنه اشترى له فرس بثلاثمائة درهم فقال جريرا لصاحب الفرس فرسک خير من ثلاثمائة درهم أتبيعه بأربعمائة قال ذلک إليک يا عبد الله فقال فرسک خير من ذلک أتبيعه بخمسمائة ثم لم يزل يزيد مائة مائة حتى بلغ ثمانمائة فاشتراه بها فقيل له فى ذلک فقال بايعت رسول الله على النصح لكل مسلم متفق عليه (مرقاة، كتاب الاداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

Idara Ghufran

قَالَ كَانَتْ أَسْمَاءُ تُحَدِّثُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْإِنْسَانُ قَبْرَهُ فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا أَحَفَّ بِهِ عَمَلُهُ الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ قَالَ فَيَأْتِيهِ الْمَلَكُ مِنْ نَحْوِ الصَّلَاةِ فَتَرُدُّهُ وَمِنْ نَحْوِ الصِّيَامِ فَيَرُدُّهُ قَالَ فَيُنَادِيهِ اجْلِسْ قَالَ فَيَجْلِسُ فَيَقُولُ لَهُ مَاذَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ أَنَا أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ وَمَا يُدْرِيكَ أَدْرَكْتَهُ أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ يَقُولُ عَلَى ذَلِكَ عِشْتَ وَعَلَيْهِ مِتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ قَالَ وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا أَوْ كَافِرًا قَالَ جَاءَ الْمَلَكُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ يَرُدُّهُ قَالَ فَأَجْلَسَهُ قَالَ يَقُولُ اجْلِسْ مَاذَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ قَالَ أَيُّ رَجُلٍ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ يَقُولُ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ قَالَ فَيَقُولُ لَهُ الْمَلَكُ عَلَى ذَلِكَ عِشْتَ وَعَلَيْهِ مِتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ قَالَ وَتُسَلَّطُ عَلَيْهِ دَابَّةٌ فِي قَبْرِهِ مَعَهَا سَوْطٌ تَمْرَتُهُ جَمْرَةٌ مِثْلُ غَرْبِ الْبَعِيرِ [1]

تَضْرِبُهُ مَا شَاءَ اللَّهُ صَمَّاءَ لَا تَسْمَعُ صَوْتَهُ فَتَرْحَمُهُ (مسند احمد، حدیث نمبر۲۵۷۳۷، واللفظ لہٗ؛ المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۹۷۶۲) [2]

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرماتی تھیں کہ جب انسان اپنی

---

[1] لعله تصحيف في الرواية، ليست تمرته، وإنما ثمرته، كما جاء في النهاية، قال :ومنه حديث الحدّ (فأتِيَ بسَوط لم تنقطع ثَمرتُه، أي طَرَفه الذي يكون في أسْفَله .النهاية في غريب الحديث، لابن الأثير 1/221)

وكذلک قد أورد ابن حجر الرواية في الفتح فقال :حديث أسماء (ويسلط عليه دابة في قبره، معها سوط ثمرته جمرة، مثل غرب البعير، تضربه ما شاء الله، صماء، لا تسمع صوته فترحمه) فتح الباري، لابن حجر 3/240

غرب البعير :وهي الدلو الكبيرة .لسان العرب 3/ . 437 وقيل :غَرْبُ كل شيء أيضا حدُّهُ، و الغَارِبُ ما بين السنام إلى العُنُق .مختار الصحاح 1/197

[2] قال الهيثمي:

رواه احمد وروى الطبراني منه طرفا في الكبير ورجال أحمد رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج۳ص ۵۱)

Idara Ghufran

قبر میں داخل ہوجاتا ہے، تو اگر وہ مؤمن بندہ ہوتا ہے تو اس کی نماز اور روزہ کا عمل اس کے لئے آسانی کا باعث بنتا ہے، حضورعلیہ وسلمﷺ نے فرمایا کہ اس کے پاس فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے، تو نماز اس کو لوٹادیتی ہے، اور روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اسے لوٹا دیتا ہے، پھر فرشتہ اسے کہتا ہے کہ بیٹھ جایئے، تو وہ بیٹھ جاتا ہے۔

پھر فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ آپ اس شخص یعنی نبی علیہ وسلمﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ محمد ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تو اس (ایمان) پر زندہ رہا، اور اسی کے ساتھ فوت ہوا، اور اس ایمان کے ساتھ (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا، اور فرمایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان یا کافر بندہ ہوتا ہے، تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے، اور اس کے اور فرشتے کے درمیان کوئی چیز (نماز، روزہ) حائل نہیں ہوتی، جو اسے روکے، وہ فرشتہ اسے بٹھاتا ہے، اور کہتا ہے کہ بیٹھ جا، وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ یہ کون شخص ہے؟

وہ کہتا ہے کہ محمد ہے، اور اللہ کی قسم میں انہیں نہیں جانتا، لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتا ہوا سنتا تھا، پس میں نے بھی وہی کہا (یعنی کلمہ وایمان یا توحید ورسالت کے بول تو سن رکھے تھے، لیکن اس کی حقیقت تک پہنچنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی کوئی پرواواہمیت نہیں سمجھی) اس کے بعد فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ تو اس پر زندہ رہا، اور اسی پر فوت ہوا، اور اسی پر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

پھر اس کے اوپر قبر میں ایک جانور کو مسلط کردیا جاتا ہے، جس کے ساتھ ایک کوڑا ہوتا ہے، جس کے اگلے حصے میں آگ کا شعلہ ہوتا ہے، جو اونٹ کے (کنویں میں سے پانی کھینچنے والے بڑے) ڈول کی طرح ہوتا ہے (جو صاحبِ قبر کو اپنے اندر سمالیتا ہے) وہ فرشتہ اس قبر والے کو جتنا اللہ کو منظور کو ہوتا ہے، مارتا ہے، اور وہ فرشتہ بہرا ہوتا ہے، جو صاحبِ قبر کی آواز (چیخ وپکار) کو نہیں سن سکتا، کہ اس پر رحم کرے (اور ترس کھائے) (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز روزہ کی وجہ سے قبر میں آسانی پیدا ہوتی ہے، اور جس کے نامۂ اعمال میں نماز اور روزہ کا عمل نہیں ہوتا، وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَانَتِ الصَّلاةُ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَالزَّكَاةُ عَنْ يَمِينِهِ، وَالصَّوْمُ عَنْ شِمَالِهِ، وَفِعْلُ الْخَيْرَاتِ وَالْمَعْرُوفُ وَالإِحْسَانُ إِلَى النَّاسِ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، فَيُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ، فَتَقُولُ الصَّلاةُ :لَيْسَ قِبَلِى مَدْخَلٌ، فَيُؤْتَى عَنْ يَمِينِهِ، فَتَقُولُ الزَّكَاةُ :لَيْسَ مِنْ قِبَلِى مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى عَنْ شِمَالِهِ، فَيَقُولُ الصَّوْمُ :لَيْسَ مِنْ قِبَلِى مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، فَيَقُولُ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ وَالْمَعْرُوفُ وَالإِحْسَانُ إِلَى النَّاسِ :لَيْسَ مِنْ قِبَلِى مَدْخَلٌ، فَيُقَالُ لَهُ :اجْلِسْ، فَيَجْلِسُ وَقَدْ مَثُلَتْ لَهُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ، فَيُقَالُ لَهُ :مَا تَقُولُ فِى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِى كَانَ فِيكُمْ؟ يَعْنِى النَّبِىَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ : أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا، فَصَدَّقْنَا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ لَهُ : صَدَقْتَ، وَعَلَى هَذَا حَيِيتَ، وَعَلَى هَذَا مِتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَيُفْسَحُ لَهُ فِى قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ، فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ :يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِى الآخِرَةِ، فَيُقَالُ :افْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ، فَيُقَالُ :هَذَا كَانَ مَنْزِلَكَ لَوْ عَصَيْتَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُورًا، وَيُقَالُ لَهُ :افْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، فَيُفْتَحُ لَهُ، فَيُقَالُ :هَذَا مَنْزِلُكَ، وَمَا أَعَدَّ اللَّهُ لَكَ، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُورًا، فَيُعَادُ الْجِلْدُ إِلَى مَا بَدَأَ مِنْهُ، وتُجْعَلُ رُوحُهُ فِى نَسَمِ طَيْرٍ تَعْلَقُ فِى شَجَرِ الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ، فَيُؤْتَى فِى قَبْرِهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ، فَلا يُوجَدُ شَىْءٌ، فَيُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَلا يُوجَدُ شَىْءٌ، فَيَجْلِسُ خَائِفًا مَرْعُوبًا، فَيُقَالُ لَهُ :مَا تَقُولُ فِى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِى كَانَ فِيكُمْ؟ وَمَا تَشْهَدُ بِهِ؟ فَلا يَهْتَدِى لاسْمِهِ، فَيُقَالُ :مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ :سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا، فَقُلْتُ كَمَا قَالُوا، فَيُقَالُ لَهُ : صَدَقْتَ، عَلَى هَذَا حَيِيتَ، وَعَلَيْهِ مِتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَيُضَيَّقُ

عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ أَضْلاعُهُ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَ :وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا، فَيُقَالُ :افْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ :هَذَا كَانَ مَنْزِلَكَ وَمَا أَعَدَّ اللَّهُ لَكَ لَوْ أَنْتَ أَطَعْتَهُ، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وثُبُورًا، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ :افْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَيْهَا، فَيُقَالُ لَهُ :هَذَا مَنْزِلُكَ وَمَا أَعَدَّ اللَّهُ لَكَ، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وثُبُورًا "

(معجم كبير طبراني، حديث نمبر ۵۴۳ ، واللفظ لهٔ؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، ابنِ حبان، حديث نمبر ۳۱۱۳) ؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بے شک لوگوں کے قبر سے واپس لوٹتے وقت مُردہ اُن کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے، تو اگر وہ مؤمن ہوتا ہے تو نماز اس کے سَر کی طرف سے اور زکاۃ اس کے دائیں طرف سے اور روزہ اس کی بائیں طرف سے اور خیرات اور لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان اس کے پیروں کی طرف سے اس کی حفاظت ودفاع کرتے ہیں، پس جب اس کے سَر کی طرف سے (فرشتہ یا عذاب) آتا ہے، تو نماز کہتی ہے کہ میری جانب سے کوئی داخل ہونے کا راستہ نہیں، پھر اس کے دائیں جانب سے آتا ہے، تو زکاۃ کہتی ہے کہ میری جانب سے کوئی داخل ہونے کا راستہ نہیں، پھر اس کے بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے کہ میری جانب سے کوئی داخل ہونے کا راستہ نہیں، پھر اس کے پیروں کی طرف سے آتا ہے، تو خیرات اور لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان کہتے ہیں کہ ہماری جانب سے کوئی داخل ہونے کا راستہ نہیں، پس اس کو کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جایئے تو وہ بیٹھ جاتا ہے، تو اس کو سورج غروب ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو، جو آپ میں تھے، یعنی نبی ﷺ؛ پس وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس ہمارے رب کے پاس سے واضح دلائل (واحکام) لے کر آئے، تو ہم نے اُن کی تصدیق کی اور اتباع کی، تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے سچ کہا اور اسی پر تو زندہ رہا، اور اسی پر تیری وفات ہوئی، اور

؎ قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط واسناده حسن.(مجمع الزوائد ج۳ص ۵۱)

ان شاءاللہ اسی پر تجھے (قیامت کے دن) اُٹھایا جائے گا۔

پھر اس کی قبر کو حدِ نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے، اور یہ اللہ عزوجل کا قول ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں مضبوط اور ثابت قدم رکھتا ہے (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۷)

پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے آگ کی طرف دروازہ کھولو، پس اس کے لیے آگ کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے کہ اگر آپ اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے تو یہ آپ کا مقام ہوتا، پس یہ دیکھ کر اس قبر والے مؤمن بندے کا رشک اور خوشی بڑھ جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولو، تو اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کا مقام ہے، اور وہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تیار کی ہے؛ پس یہ دیکھ کر اس کے رشک اور خوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر کھال اس کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، جس سے اس کی ابتداء ہوئی تھی، اور اس کی روح کو جنت کے درخت میں لٹکے ہوئے ایک پرندے کے پوٹے میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

اور کافر کے پاس قبر میں جب اس کے سَر کی طرف سے (فرشتہ یا عذاب) آتا ہے، تو اس طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، اور جب اس کے پیروں کی طرف سے آتا ہے، تو ادھر سے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، تو یہ خوف زدہ اور مرعوب ہو کر بیٹھ جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو، جو آپ میں تھے؟ اور آپ ان کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو، تو اس کو نام تک بھی نہیں آتا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ محمد ﷺ ہیں، تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، پس میں نے اسی طرح کہا جس طرح لوگ کہتے تھے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے سچ کہا اسی پر تو زندہ رہا، اور اسی پر تجھ کو موت آئی، اور اسی پر ان شاءاللہ تجھے اُٹھایا جائے گا۔

پھر اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، پس یہی ہے اللہ عزوجل کا قول (جس کا ترجمہ یہ ہے)

کہ اور جو میرے ذکر (ونصیحت) سے اعراض کرے گا، تو اس کو (دنیا وآخرت یعنی برزخ میں) تنگ زندگی دی جائے گی (سورہ طٰہٰ آیت نمبر۱۲۴)

پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولو، تو اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے، تو یہ آپ کا مقام ہوتا، اور یہ کچھ اللہ تعالیٰ نعمتوں سے نوازتے، تو اس سے اس کی حسرت اور غم میں اضافہ ہوجاتا ہے (اور پھر اس کے لئے آگ کی طرف سے دروازہ کھول دیا جاتا ہے، جس سے اس کو عذاب ہوتا ہے) (ترجمہ ختم)

فائدہ: حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ ’’آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو‘‘ اس کے متعلق محدثین نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی نشاندہی کرکے یا نام لے کر اس کا عقیدہ معلوم کیا جاتا ہے۔ [1]

اور بھی کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، کہ نام لے کر ان کے متعلق عقیدہ معلوم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے:

فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِى بُعِثَ فِيكُمْ (ابوداؤد حديث نمبر ۴۱۲۷)

یعنی ’’فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں جو آپ میں (نبی بناکر) مبعوث کئے گئے (اور بھیجے گئے) تھے، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے‘‘

اور نسائی کی ایک حدیث میں ہے:

فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِى هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسائی حديث نمبر ۲۰۲۴)

یعنی ’’فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ آپ اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو‘‘

اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ:

فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِى هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسند احمد حديث نمبر ۱۱۸۲۳)

---

[1] فيقول تقليدا لا اعتقادا وفهم بعض من لفظ الإشارة أنه يكشف له عن النبى صلى الله عليه وسلم حتى يراه عيانا فيقال ما تقول فى هذا وأبطله ابن جماعة بأن الإشارة تطلق فى كلامهم على الحاضر والغائب كما يقول المرء لصاحبه ما تقول فى هذا السلطان وهما لم يرياه (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۲۰۷۲)

یعنی ''وہ فرشتے کہتے ہیں کہ آپ اس شخص محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہوں''

بہرحال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز، روزہ انسان کی قبر میں اس کی عذاب سے حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں، اور جس کے پاس یہ اعمال نہیں ہوتے، اس کے لئے قبر کے عذاب سے حفاظت ورکاوٹ کا کوئی سامان وذریعہ نہیں ہوتا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رجلا قال :يا رسول الله علمني عملا إذا أنا عملته دخلت به الجنة ، قال: لا تشرک با لله شيئا وإن حرقت ، وأطع والديک وإن أخرجاک من مالک ، ولا تشرب الخمر ، فإنها مفتاح کل شر ، ولا تترکن صلاة متعمدا فإنه من ترک الصلاة متعمدا برئت منه ذمة الله ، ولا تنازع الأمر أهله وإن رأيت أنه لک ، وأنفق على أهلک من طولک ، ولا ترفع العصا عنهم ، وأخفهم في الله ، ولا تغلل، ولا تفر من الزحف (مسند الشاميين للطبراني حديث نمبر ۲۱۵۵ ،واللفظ لهٗ،حلية الاولياء ،الجزء التاسع، محمد بن مبارک)

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے کہ جس کو کر کے میں جنت میں داخل ہوجاؤں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا؛ اگرچہ آپ کو جلا دیا جائے، اور اپنے والدین کی اطاعت کرنا؛ اگرچہ وہ آپ کو آپ کے مال سے الگ کر دیں، اور شراب نہ پینا؛ کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے (اس سے شرور وگناہوں کا دروازہ کھل جاتا ہے) اور نماز کو جان بوجھ کر ہرگز نہ چھوڑنا؛ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دیا، اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہوگیا، اور کسی معاملہ میں اس کے اہل سے نزاع نہ کرنا؛ اگرچہ آپ کو یہ کیوں نہ محسوس ہو کہ آپ حق پر ہیں، اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا؛ اپنی حیثیت سے فراخی کے ساتھ، اور ان سے عصا (ڈنڈا) نہ ہٹانا، اور ان کو اللہ (کے احکام) سے ڈراتے رہنا، اور خیانت نہ کرنا، اور میدانِ جہاد سے نہ بھاگنا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس قسم کا مضمون کئی دیگر صحابہ وصحابیات سے بھی مروی ہے۔

یہ جوفرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اگر چہ آپ کو جلادیا جائے“

اس سے مراد یہ ہے کہ دل سے شرک نہ کرنا، کیونکہ جان وغیرہ بچانے کی خاطر زبان سے کلمۂ کفروشرک کہنا جائز ہے، جبکہ دل میں اس کا عقیدہ نہ ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ ۢ بِالْاِيْمَانِ (سورہ نحل آیت نمبر ۱۰۶)

یعنی ”مگر جو شخص کے کفر پر مجبور کر دیا جائے، اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو“

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بطورِ مبالغہ کے فرمایا گیا ہے۔

اور والدین کی اطاعت میں مال سے الگ کرنے میں بھی جوفرمانبرداری کا ذکر کیا گیا، وہ بھی یا تو مبالغہ پر مبنی ہے، اور یا پھر اس صورت میں ہے جبکہ وہ مال آخرت اور دین کی تباہی کا ذریعہ بن رہا ہوں، ورنہ عام حالات میں سارا مال چھوڑ کر اپنی جان اور بیوی بچوں کے حقوق تلف کرنے میں والدین کی اطاعت نہیں (والتفصیل فی رسالہ ”تعدیل حقوق الوالدین“ مشمولہ بہشتی گوہر) [۱]

اور گھر والوں سے عصا نہ ہٹانے کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ ان کو تنبیہ کرنے اور ڈرانے کے لئے عصا ان کے اوپر ڈراوے کے لئے رکھنا، اور اسے نہ ہٹانا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ عربی میں عصا کئی معنیٰ میں آتا ہے، ایک معنیٰ نگرانی کے بھی آتے ہیں، اور زبان کو بھی عصا کہہ دیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور روک ٹوک کا سلسلہ ختم نہ کرنا، اور ان کی نگرانی کرتے رہنا، اور بعض آنے والی روایات میں اس کی وضاحت بھی ہے۔

بہر حال جو معنیٰ بھی مراد لئے جائیں سب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گھر والوں کو قول وفعل سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہنا۔

ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی الشافعی (متوفیٰ ۴۱۸ھ) حضرت شہر بن حوشب کے

---

[۱] (ولا تعقن) بضم العين وفتح القاف المشددة وتشديد النون، أى لا تخالفنهما أو أحدهما فى ما لم يكن معصية .(من أهلک) أى امرأتک أو جاريتک أو عبدک بالطلاق أو البيع أو العتق أو غيرهما (ومالک) بالتصرف فى مرضاتهما .قال ابن حجر :شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضاً، أى لا تخالف وأحداً منهما وإن غلا فى شىء أمرک به، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال .أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة أمره بفراقها وإن تأذيا ببقائها إيذاء ً شديداً؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلا يكلفه لأجلها، إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلک لم يأمراه به، فإلزامهما له به مع ذلک حمق منهما، ولا يلتفت إليهً(مرعاةالمفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،كتاب الايمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الثالث)

Idara Ghufran

حوالے سے روایت کرتے ہیں:

عن أبی الدرداء ، قال :أوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم أبو القاسم بتسع : ألا تشرک باللہ شیئا ، وإن قطعت وحرقت ، ولا تترک صلاۃ متعمدا ؛ فإنہ من ترک الصلاۃ متعمدا فقد برئت منہ الذمۃ ولا تشرب الخمر ؛ فإنھا مفتاح کل شر ، وأطع والدیک ، وإن أمراک أن تخرج من دنیاک فاخرج لھما ، ولا تنازع ولاۃ الأمر أمورھم ، وإن رأیت أنک أنت ، ولا تفر من الزحف وإن ھلکت ، وأنفق علی أھلک من طولک ، ولا ترفع عصاک عنھم وأخفھم فی اللہ عز وجل (شرح اصول اعتقال اھل السنۃ والجماعۃ للالکائی ج۴ص ۸۱ حدیث نمبر ۱۲۲۶) [۱]

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے یار ابوالقاسم رسول اللہ ﷺ نے نو چیزوں کی وصیت فرمائی۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا؛ اگرچہ آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں اور آپ کو جلا دیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑنا؛ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی، اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہوگیا۔ اور تیسرے یہ کہ شراب نہ پینا؛ کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے (کہ اس کی وجہ سے گناہوں کا راستہ کھل جاتا ہے) اور چوتھے یہ کہ اپنے والدین کی اطاعت کرنا؛ اگرچہ وہ آپ کو حکم دیں کہ دنیا (مال) کو اپنے سے الگ کردو، تو آپ ان کی خاطر مال کو الگ کردینا۔ اور پانچویں یہ کہ اہلِ حکومت سے ان کے عہدے واختیار کے بارے میں نہ الجھنا۔ [۲] اور چھٹے یہ کہ میدانِ جہاد سے نہ بھاگنا؛ اگرچہ آپ کو ہلاک کیوں نہ کردیا جائے۔ اور ساتویں یہ کہ اپنے گھر والوں پر اپنی حیثیت کے مطابق فراخی کے ساتھ خرچ کرنا۔ اور آٹھویں یہ کہ ان سے عصا (ڈنڈا) نہ ہٹانا۔

---

[۱] وفیہ شھر بن حوشب وحدیثہ حسن (کما فی مجمع الزوائد ج۲ص۲۱۶)

[۲] قال ابن العربی فی قولہ ولا تنازع الأمر أھلہ یعنی من ملکہ لا من یستحقہ فإن الأمر فیمن یملکہ أکثر منہ فیمن یستحقہ والطاعۃ واجبۃ فی الجمیع فالصبر علی ذلک أولی من التعرض لإفساد ذات البین (التاج والاکلیل لمختصر خلیل، باب فی البغی)

اور نویں یہ کہ ان کو اللہ عزوجل (کے احکام) سے ڈراتے رہنا (ترجمہ ختم)

حضورﷺ کی باندی حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ:

كُنتُ أُوَضِّئُهُ ذَاتَ يَوْمٍ ، أُفْرِغُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ ، أَوْصِنِي بِوَصِيَّةٍ أَحْفَظُهَا عَنْكَ ، فَإِنِّي أُرِيدُ اللُّحُوقَ بِأَهْلِي قَالَ : لا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ، وَإِنْ قُطِّعْتَ ، وَحُرِّقْتَ ، وَلا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا ، فَإِنَّهَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ ، وَلا تَتْرُكَنَّ صَلاةً مُتَعَمِّدًا ، فَمَنْ تَرَكَ صَلاةً مُتَعَمِّدًا ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ ، وَذِمَّةُ رَسُولِهِ ، وَلا تَفِرَّنَّ يَوْمَ الزَّحْفِ ، فَمَنْ فَرَّ يَوْمَ زَحْفٍ ، فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ ، وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ، وَلا تَزْدَدْ فِي تُخُومِ الأَرْضِ ، فَإِنَّهُ مَنِ ازْدَادَ فِي تُخُومِ أَرْضِهِ ، يَأْتِ بِهِ عَلَى عُنُقِهِ ، أَوْ رَقَبَتِهِ ، مِنْ مِقْدَارِ سَبْعِ أَرَاضِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَأَنْفِقْ عَلَى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ ، وَلا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْهُمْ ، وَأَخِفْهُمْ فِي اللهِ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم حدیث نمبر ۳۴۴۷)

ترجمہ: میں ایک دن رسول اللہﷺ کو وضو کرانے کے لئے پانی ڈال رہی تھی، کہ حضورﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسی وصیت فرمادیجئے کہ جسے میں آپ کی طرف سے یاد رکھوں، کیونکہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

تو رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا؛ اگرچہ آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں اور آپ کو جلا دیا جائے، اور شراب ہرگز نہ پینا؛ کیونکہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے (اور یہ دیگر برائیوں کو جنم دینے کا سبب بنتی ہے) اور نماز کو جان بوجھ کر ہرگز نہ چھوڑنا؛ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دیا، اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہوگیا۔

اور جہاد کے میدان سے ہرگز نہ بھاگنا، کیونکہ جو شخص جہاد کے دن سے بھاگا، تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوگیا، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگیا، جو کہ بہت برا ٹھکانا ہے، اور (اپنی) زمین

کی حدود میں (کوئی دوسری جگہ ناجائز شامل کر کے) اضافہ نہ کرنا، [1]

کیونکہ جو شخص اپنی زمین کی حدود میں (ناجائز) اضافہ کرے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی گردن یا گلے میں ساتوں زمینوں کی مقدار کا طوق بنا دیا جائے گا، اور اپنے گھر والوں پر اپنی حیثیت کے مطابق فراخی کے ساتھ خرچ کرتے رہنا، اور ان سے عصا (ڈنڈا) نہ ہٹانا، اور ان کو اللہ (کے احکام) سے ڈراتے رہنا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں ایک خاص گناہ ناجائز زمین کو اپنی زمین میں شامل کرنے کا بھی بیان کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی اس گناہ کے خطرناک عذاب اور وبال کو بھی بیان کیا گیا ہے، زمین خواہ کسی کی ملکیت ہو، اور خواہ کھیتی باڑی اور فصل وکاشت والی ہو، یا رہائشی ہو، اور وہ کسی کی شخصی وذاتی ملکیت ہو، یا اجتماعی ہو مثلاً گزرگاہ وغیرہ، اس میں سے تھوڑا حصہ بھی ناجائز قبضہ کر کے اپنی زمین کے ساتھ شامل کر لینا سخت گناہ کا کام ہے، جس کی وجہ سے ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر قیامت کے دن گلے میں ڈالا جائے گا۔

اللہ کی پناہ! اس بوجھ کو کس طرح برداشت کیا جا سکے گا، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس گناہ سے محفوظ رکھے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوصى بعض أهله ، فقال : لا تشرك بالله شيئا وإن قطعت أو حرقت بالنار ، ولا تفر يوم الزحف فإن أصاب الناس موت وأنت فيهم فاثبت ، وأطع والديك ، وإن أمراك أن تخرج من مالك ، ولا تترك الصلاة متعمدا ، فإنه من ترك الصلاة متعمدا ، فقد برئت منه ذمة الله ، إياك والخمر فإنها مفتاح كل شر ، وإياك والمعصية فإنها تسخط الله ، لا تنازع الأمر أهله ، وإن رأيت أن لك ، أنفق على أهلك من طولك ، ولا ترفع عصاك عنهم ، وأخفهم فى الله عز وجل (مسند عبد بن حميد، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان للبيهقى)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو اپنے بعض گھر والوں کو وصیت فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اگرچہ آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا آگ میں جلا

---

[1] تخوم الأرض) بضم المثناة الفوقية وخاء معجمة أى حدودها جمع تخم بفتح فسكون (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۳۴۷۷)

تخوم الأرض يعنى المنار أى العلامة (مرقاة، كتاب القصاص، الفصل الاول)

دیا جائے، اور جہاد کے میدان سے نہ بھاگنا، پھر اگر لوگوں کو موت (یعنی شہادت) پہنچ گئی اور آپ اُن میں ہوں تو آپ ثابت قدم رہنا، اور اپنے والدین کی اطاعت کرنا، اگر چہ وہ آپ کو آپ کے مال سے الگ کر دیں۔

اور نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑنا؛ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دیا، اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہو گیا، اور اپنے آپ کو شراب سے بچانا، کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے (کہ اس سے گناہوں اور شرور کا راستہ کھل جاتا ہے)

اور اپنے آپ کو گناہ سے بچانا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، اور آپ کسی معاملے میں اس کے اہل سے نزاع مت کرنا، اگر چہ آپ یہی کیوں نہ سمجھتے ہوں کہ آپ حق پر ہیں، اور آپ اپنے گھر والوں پر اپنی حیثیت کے مطابق فراخی کے ساتھ خرچ کرنا، اور ان سے عصا (ڈنڈا) نہ ہٹانا، اور ان کو اللہ عزوجل (کے احکام) سے ڈراتے رہنا (ترجمہ ختم) [۱]

فائدہ: امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر میں، اور امام حاکم نے مستدرک میں حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

---

[۱] حضرت اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے وصیت کی درخواست کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تشرک باللہ شیئا وإن حرقت أو نصفت قال زدنی یا رسول اللہ قال بر والدیک ولا ترفع عندھما صوتک وإن أمراک أن تخرج من دنیاک فاخرج لھما قال زدنی یا رسول اللہ قال لا تشرب الخمر فإنھا مفتاح کل شر قال زدنی یا رسول اللہ قال أدب أھلک وأنفق علیھم من طولک ولا ترفع عنھم عصاک أخفھم فی ذات اللہ قال معمر یعنی بالعصا اللسان یقول بعضھم (مصنف عبد الرزاق)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اگر چہ آپ کو جلا دیا جائے یا آپ کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں، اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے اور کچھ وصیت فرمایئے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کی فرمانبرداری کرو، اور ان کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرو، اگر چہ وہ آپ کو حکم کریں کہ آپ اپنی دنیا (مال) سے الگ ہو جائیں، تو آپ ان کے لیے مال سے الگ ہو جانا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے اور کچھ وصیت فرمایئے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شراب نہ پینا کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے (کہ اس کو اختیار کرنے سے برائیوں کا راستہ کھل جاتا ہے) اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے اور کوئی وصیت فرمایئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو ادب سکھایئے، اور اپنی حیثیت کے مطابق ان پر خرچ کیجیے، اور ان سے اپنے عصا کو نہ ہٹایئے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان کو ڈراتے رہیے۔

حضرت معمر راوی کہتے ہیں کہ بعض حضرات کے بقول عصا سے مراد زبان سے کہنا ہے (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

(ملاحظہ ہو:المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۹۹۵۰ ،مستدرک حاکم حدیث نمبر ۶۸۳۰) ؎

ان تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کا ذمہ اٹھ جاتا ہے،اورایسے شخص کی مغفرت وبخشش کا کوئی وعدہ اللہ اوراس کے رسول نے نہیں فرمایا،اورنہ ہی ایسے شخص کی بخشش ومغفرت کی کوئی ضمانت دی۔جان بوجھ کرنماز چھوڑنے کے لئے یہ کتنی سخت وعید ہے جوکہ ایک مسلمان کونماز چھوڑنے سے باز آنے کے لئے کافی ہونی چاہئے۔حضورﷺ نے معراج کے موقع پرفرض نماز سے غفلت کرنے والوں کوعذاب میں مبتلا دیکھا،چنانچہ ایک تفصیلی روایت میں ہے کہ:

ثم أتی علی قوم ترضخ رء وسهم بالصخر ، کلما رضخت عادت کما کانت لا یفتر عنهم من ذلک شیء ، فقال : ما هؤلاء یا جبریل ؟ ، قال : هؤلاء الذین تتثاقل رء وسهم عن الصلاة المکتوبة (تهذیب الآثار للطبری)

ترجمہ: پھررسول اللہﷺ ایک ایسی قوم کے پاس آئے کہ جن کے سروں کوپتھر سے کچلا جارہا تھا،جب بھی پتھر سے کچلا جاتا تھا،تواس کے بعد پھروہ سیدھی حالت پرلوٹ آتے تھے،اوریہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا تھا،نبیﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟جبریل امین نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے سرفرض نماز سے (سستی کی وجہ سے) بوجھل رہتے تھے(ترجمہ ختم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ سستی وکاہلی کی وجہ سے نماز چھوڑ دینے سے سخت عذاب ہوتا ہے،کہ مسلسل پتھر سے کچلے جانے کا عذاب دیا جاتا ہے۔عام طور پرنماز سے سستی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نماز سرکو بوجھ محسوس ہوتی ہے،اس لئے انسان اپنے سرپراس کے بوجھ کاتحمل کرنے سے کتراتا ہے۔

لہٰذاایسے شخص کوسرکچل کراس بوجھ کا مزہ چکھایا جائے گا،جس کی خاطراس نے نماز کوچھوڑا۔

؎ قال الذهبی فی التلخیص:

:سنده واه(حواله بالا)

قال الهیثمی:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ ، وَفِیهِ یَزِیدُ بْنُ سِنَانٍ الرَّهَاوِیُّ وَثَّقَهُ الْبُخَارِیُّ وَغَیْرُهُ ، وَالْأَكْثَرُ عَلَی تَضْعِیفِهِ ، وَبَقِیَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ(مجمع الزوائد تحت حدیث رقم ۱۱۷۷)

وقال ابن الملقن:

وَفِی إِسْنَاده یزِید بن سِنَان بن أبی فَرْوَة الرهاوی وَقد تَرَكُوهُ (البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والأثار الواقعة فی الشرح الکبیرلابن الملقن ج۵ص ۳۹۳)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

اسرائیل کے مظالم اور مسلمانوں کے لئے عبرت

گذشتہ چند دنوں سے اسرائیل نے نہتے فلسطینیوں پر کھلے عام ظالمانہ وجابرانہ حملوں کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، وہ دنیا کے شاید ہی کسی فرد سے مخفی ہو۔

اسرائیل نے جس انداز اور دیدہ دلیری سے دن دھاڑے خون کی ندیاں بہانے کا سلسلہ اور تاریخی ظلم کی داستان دہرائی ہے، جس میں بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد سب ہی موت یا معذوری واپاہج کی نذر ہو رہے ہیں، اور پوری دنیا ان تاریخی مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، یہ سب جہاں ایک طرف مسلمانانِ عالم کے لئے عبرت وبصیرت کا کافی کچھ سامان لئے ہوئے ہے، اسی کے ساتھ اسرائیل اور کفریہ طاقتوں کے مسموم عزائم کی بھی ایک جھلک ہے، اسرائیل کی طرف سے یہ سب کچھ ہونے کے باوجود چند لوگوں کے احتجاج کے علاوہ نہ تو مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کی طرف سے کوئی خاص ردِعمل سامنے آرہا، اور نہ ہی عالمی طاقتوں کی طرف سے اسرائیل کو لگام دینے کے لئے کوئی موثر تدبیر کی جارہی۔

کفریہ طاقتوں کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا جو رویہ دنیا کے مختلف واقعات کے تناظر میں تسلسل کے ساتھ سامنے آرہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھُپی چیز نہیں، امریکہ تو اس معاملہ میں سب سے پیش پیش نظر آتا ہے۔

اور دوسری کفریہ طاقتیں اور وہ تمام عالمی ادارے جو انسانی حقوق کا دنیا میں ڈھنڈورہ پیٹتے پھرتے ہیں مسلمانوں کے حقوق تلف ہوتے ہوئے ایسے ہوجاتے ہیں، جیسا کہ وہ صمٌ، بکمٌ، عميٌ، کا مصداق ہیں، گویا کہ نہ انہیں کچھ نظر آتا ہے، نہ سنائی دیتا ہے، اور نہ ہی بولنے کی طاقت ہے، اور بعض کفریہ طاقتیں تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا مصداق بن کر پوری دیدہ دلیری سے اسرائیل کی کھلم کھلا حمایت کرتی ہیں اور یکطرفہ طور پر فلسطینیوں کو ہی موردِ الزام ٹھہراتی ہیں۔

اور اگر ان کی طرف سے کبھی اسرائیل کو کچھ کہنے سننے کی بھی توفیق ہوتی ہے، تو اس کا انداز بھی ایسا معذرانہ اور خیرخواہانہ بلکہ مؤدبانہ ہوتا ہے، جس سے اس کے اندر کا زہر ایک عقلمند آدمی کے لئے معلوم کرنا دشوار کام نہیں ہوتا، اور قرآن مجید کے الفاظ میں اس کو ہم اس طرح تعبیر کرسکتے ہیں:

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۷)

''کہ وہ اپنی زبان سے ایسی بات کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی''

افسوس کا مقام یہ ہے کہ دنیا میں تمام مذاہب سے زیادہ مسلمانوں کے ممالک ہونے اور اوپر سے اس دور کا بڑا معاشی ذریعہ ''تیل کا ذخیرہ'' مسلمانوں کے پاس ہونے کے باوجود، آج مسلمان اپنا نام ونشان گم کئے ہوئے ہیں، ان کی کسی بات کی کوئی وقعت نہیں، دنیا میں ان کی کوئی عزت ومقام نہیں، مسلمانوں کے ملک، مال، جان عزت، آبرو کی کوئی اہمیت نہیں، اور سب سے نیچ اور گری ہوئی یہودیوں کی قوم ان پر مسلط ہے، جس کے بارے میں قرآن مجید کا اعلان ہے کہ

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (سورہ بقرہ آیت ۶۱)

''کہ ان پر ذلت اور پستی مسلط کر دی گئی ہے''

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اگر اس کا جواب خود قرآن مجید ہی سے طلب کیا جائے تو قرآن مجید اپنے لفظوں میں اس کا جواب اس طرح دیتا ہے کہ

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (سورہ آلِ عمران آیت ۱۳۹)

کہ ''تم ہی بلند رہو گے بشرطیکہ تم صحیح مؤمن ہو''

اسی کی ایک شاعر نے اپنے الفاظ میں اس طرح ترجمانی کی ہے:

وعدۂ غلبہ ہے مؤمن کے لئے قرآن میں پھر جو تو غالب نہیں، کچھ ہے کسر ایمان میں

اللہ تعالیٰ نے سورہ اسراء کے پہلے ہی رکوع میں بنی اسرائیل کے ساتھ بیتے ہوئے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کو بتلا کر اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ زمین میں گناہوں کی وجہ سے فساد اور سرکشی دشمنوں کے مسلط ہونے کا سبب بنا کرتی ہے۔

ہم موجودہ حالات کے تناظر میں ان آیات کو مع ترجمہ لکھ کر مسلمانوں کو اس کی دعوت دیں گے کہ وہ اس قرآنی فیصلے پر غور فرما کر اپنی عملی حالت کی اصلاح کا اہتمام کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ ارشاد ہے:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ. وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ○ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ○ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا. فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ○ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ○(سورہ بنی اسرائیل آیت ۴تا۸)

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلادی تھی کہ تم سرزمین میں دوبار خرابی کروگے، اور سرکشی اختیار کرنے لگوگے، پھر جب ان دو بار میں سے پہلی بار کی میعاد آئے گی، ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگجو ہونگے، پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے، اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا، پھر ہم پھر اُن پر تمہارا غلبہ کردیں گے، اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے، اور ہم تمہاری جماعت بڑھادیں گے، اگر اچھے کام کرتے رہوگے تو اپنے نفع کے لئے اچھے کام کروگے (یعنی اس کا نفع وفائدہ دنیا وآخرت میں تمہیں پہنچے گا) اور اگر تم برے کام کروگے تو بھی اپنے ہی لئے (یعنی اس کا وبال ونقصان بھی دنیا وآخرت میں تمہیں ہی پہنچے گا) پھر جب پچھلی بار کی میعاد آئے گی (ہم تم پر دوسروں کو مسلط کریں گے) تاکہ وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد میں گُھسے تھے، یہ لوگ بھی اس میں گُھس پڑیں، اور جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کرڈالیں، عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر (توبہ استغفار کی بدولت) رحم فرمادے، اور اگر تم پھر وہی (بدعملی وسرکشی اختیار) کروگے تو ہم پھر وہی (تم پر دشمنوں کو مسلط کرنے والا عمل) کریں گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا رکھا ہے (ترجمہ ختم)

اے کاش! کہ فلسطین کے مسلمان اس وقت دنیا بھر کے علماء کی اس ہدایت پر عمل کرلیتے، جب فلسطینیوں کو یہودیوں کے ہاتھوں زمین فروخت کرنے سے منع کیا تھا۔

مگر اس پر عمل نہ کیا گیا، اور آج اس سرزمین پر اسی قوم کا تسلط ہے، جس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے خون پسینہ ایک کرکے حضور ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے جزیرۂ عرب سے مار بھگایا تھا، اور اس وقت اگر عمل نہیں ہوسکا تھا، تو پھر رجوع الی اللہ اور توبہ واستغفار کے عمل کو اختیار کیا جاتا، تو آج شاید اللہ تعالیٰ کو یہ دن دکھانا منظور نہ ہوتا۔

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

بمبئی دھماکوں کے محرکات واسباب

مؤرخہ 26 نومبر 2008ء کو بھارت کے مرکزی شہر بمبئی میں خوفناک بم دھماکوں اور جگہ جگہ منظّم فائرنگ کے بعد پاک بھارت تعلقات میں غیر معمولی کشیدگی پیدا ہوگئی۔

جن کے بارے میں بھارت کی طرف سے پاکستان کو اشارتاً وکنایۃً بلکہ صراحتاً بھی مختلف طریقوں سے ان حملوں میں ملوث ٹھہرایا گیا، جس کی بعض عالمی طاقتوں (مثلاً امریکہ وبرطانیہ وغیرہ) نے تائید کی۔

ان حملوں کے بارے میں بھارت اور چند عالمی طاقتوں کی طرف سے پاکستان کو ملوث قرار دینا ایک منظّم سازش کا حصہ تصور کیا جارہا ہے، اور مختلف تجزیہ نگاروں کی طرف سے اس کے بارے میں مختلف تبصرے و تجزیے کیئے جارہے ہیں، جن کو ہم اختصار کے ساتھ ذیل کی سطور میں پیش کرتے ہیں:

(۱)...... بمبئی دھماکوں کے بارے میں ایک تجزیہ، یہ ہے کہ یہ حملے بھارت نے خود ہی پاکستان پر عالمی برادری کی طرف سے دباؤ بڑھانے اور اپنے چند مقاصد حاصل کرنے کے لئے کیئے ہیں، اور اسی وجہ سے تحقیق وتفتیش سے قبل پہلے ہی دن سے پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا،

(۲)......ان دھماکوں کے بارے میں دوسرا تجزیہ، یہ ہے کہ ان میں اسرائیل کا ہاتھ ملوث ہے، اور اس نے فلسطین کے مسئلہ سے عالمی برادری کی نظر ہٹانے اور بالخصوص عالمِ اسلام کی اہم ایٹمی طاقت ''پاکستان'' کو اس مسئلہ میں الجھا کر فلسطین پر حملے کرنے اور نہتے فلسطینیوں کو اپنے ظلم وبربریت کا نشانہ بنانے کے لئے کیئے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ پاک بھارت کشیدگی پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس نے فلسطین پر منظّم ومربوط طریقہ پر تاریخی ظلم وستم کے پہاڑ ڈھانا شروع کردیئے ہیں، اور امریکہ میں 11 ستمبر کے واقعات میں دھماکوں کے وقت یہودیوں کا غیر حاضر رہنا، بھی اس تجزیہ کو تقویت پہنچاتا ہے، کہ اسرائیل اس قسم کی سازشوں میں پہلے بھی ملوث پایا جاتا رہا ہے۔

(۳)......بمبئی دھماکوں کے بارے میں ایک تجزیہ، یہ سامنے آیا ہے کہ ان دھماکوں میں امریکہ اور برطانیہ وغیرہ ملوث ہیں، اور ان کا مقصود یہ ہے کہ پاک بھارت کشیدگی پیدا کر کے اور پاکستان پر دباؤ بڑھا کروہ پاکستان میں اپنے دیرینہ مقاصد واہداف حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کریں۔

Idara Ghufran

یہی وجہ ہے کہ بمبئی دھماکوں کے بعد امریکہ و برطانیہ سمیت مختلف کفریہ طاقتوں نے ان حملوں میں پاکستان کا ہاتھ ہونے پر جس انداز سے واویلا شروع کیا ہے، اس سے لگتا یہی ہے کہ یہ کفریہ طاقتیں پہلے سے اس منصوبہ کو بنانے میں شریک تھیں، یہ بات عالمی حالات پر گہری نظر رکھنے والوں سے مخفی نہیں کہ ہندوستان و پاکستان کے ایٹمی طاقت ہونے اور بعض دوسری مخصوص وجوہات کی بنا پر ان دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی ختم ہونے سے ایشیاء میں کفریہ طاقتوں کے مقاصد کے حصول میں بڑی رکاوٹ ہے، پاک و بھارت میں ہم آہنگی پیدا ہونے سے بعض کفریہ طاقتوں کو اپنے مقاصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، اور ان دونوں ممالک کے ایک دوسرے کے خلاف دفاع میں جو بھاری اخراجات خرچ ہوتے ہیں ان سے بچ کر دونوں ممالک معاشی اعتبار سے غیر معمولی مستحکم ہو جاتے ہیں۔

اس لئے دونوں ممالک میں جونہی مختلف روابط و مذاکرات کا دور شروع ہوتا ہے، تو درمیان میں کوئی نہ کوئی ایسا سانحہ اور واقعہ پیش آ جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے ان روابط و مذاکرات کا سلسلہ تعطل کا شکار ہو جاتا ہے، اور اس وقت تک کی گئی ساری محنتوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ بہرحال ان تجزیات میں سے کونسا تجزیہ حقیقت اور واقعہ کے مطابق ہے، اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان تجزیات میں سے ہر ایک تجزیہ اپنی جگہ ایک اہمیت و وقعت رکھتا ہے، اور ان میں سے کسی تجزیہ کو بھی یقینی طور پر رد نہیں کیا جا سکتا، اور کم و زیادہ امکانات کے ساتھ ان سب تجزیات کے قرائن اپنی جگہ موجود ہیں، اور دونوں ملکوں کو ان سب تجزیات پر گہری نظر رکھنا اور نہایت صبر و تحمل سے کام لینا ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں ملک آپس میں لڑتے رہیں اور تیسری طاقت اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود سوال یہ ہے کہ ان حملوں کے لئے جن لوگوں کو استعمال کیا گیا وہ کون لوگ تھے، آیا کہ مسلمان تھے یا کافر؟ تو یہاں بھی امکان دونوں چیزوں کا ہے، اس وقت دنیا میں فتنوں کے جو حالات رونما ہو رہے ہیں، ان کی وجہ سے انسانیت کا ایک بڑا طبقہ بیوی بچوں کے معاشی مسائل سے بچنے، معاشی مقاصد حاصل کرنے، یا اپنے ملک و برادری کے اہم مقاصد حاصل کرنے کی خاطر یا مذہبی تعصب وحمیت کی خاطر اور یا پھر ظلم وستم کی چکی میں پستے رہنے کے باعث ردعمل کے طور پر اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے آمادہ وتیار ہو جاتا ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ :تاریخی معلومات ⌛ مولوی طارق محمود

ماہِ محرم: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ محرم ۳۰۰ھ: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن فضل بن الفرخان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد سے مصر تشریف لائے، بڑے فاضل، ادیب اور صاحبِ فہم وفراست تھے، اہلِ مصر کے اونچے طبقہ کے لوگوں کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے، حدیث کی روایت سے رک گئے تھے، تاریخِ بغداد میں ابوسعید بن یونس کے متعلق منقول ہے کہ وہ عفان بن مسلم کی سند سے اور بعض دیگر اسناد سے ان کا صاحبِ روایت ہونا نقل کرتے ہیں، اور خود بھی بعض حکایات کی ان سے سماعت کرنے کی انہوں نے خبر دی ہے، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۳ ص ۵۵)

□......ماہِ محرم ۳۰۱ھ: میں شیخ الوقت حضرت قاضی ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۰۷ھ میں ہوئی، شیبان بن فروخ، محمد بن ابوبکر المقدمی، ہدبۃ بن خالد، قتیبۃ بن سعید، ابومصعب الزہری، اسحاق بن راہویہ، ابوجعفر النفیلی، سلیمان بن بنت شرحبیل، محمد بن عائذ، ہشام بن عمار، صفوان بن صالح، ابوبکر بن ابی شیبۃ، ابراہیم بن الحجاج السامی، علی بن المدینی، عبدالاعلی بن حماد، عثمان بن ابی شیبۃ، ابوقدامۃ السرخسی، یزید بن موہب الرملی، ہدیۃ بن عبدالوہاب المروزی، اسحاق بن موسیٰ الخطمی، محمد بن عثمان بن خالد العثمانی، عمرو بن علی الفلاس، عبداللہ بن جعفر البرمکی، ہیثم بن ایوب الطالقانی، ابوکامل الجحدری، احمد بن عیسی التستری، محمد بن عبید بن حساب، عبیداللہ بن معاذ، ابوکریب محمد بن العلاء، تمیم بن المنتصر، ابوالاصبغ عبدالعزیز بن یحییٰ، منجاب بن الحارث اور محمد بن مصفیٰ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، اخذِ حدیث کے لئے مشرق ومغرب میں گھومے پھرے، صاحبِ فہم ومعرفت تھے، بڑے بڑے ائمہ، مشاہیر سے ملاقات وروایت کی ہے، ابوبکر النجاد، ابوبکر الشافعی، ابوعلی بن الصواف، ابوالقاسم الطبرانی، ابوالطاہر الذہلی، ابوبکر القطیعی، ابواحمد بن عدی، ابوبکر الاسماعیلی، ابوبکر الجعابی، ابوالقاسم علی بن ابوالعقب، ابوعلی بن ہارون، ابوحفص عمر بن الزیات، ابوبکر الآجری، عبدالباقی بن قانع، ابوالحسین محمد بن عبداللہ اور حسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فریابی نے آپ کو ثقہ اور معتمد قرار دیا ہے، ابوولید باجی نے آپ کو ثقہ، متقن قرار دیا ہے،

آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۰۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۹) ۱

□......**ماہِ محرم ۳۱۶ھ**: میں حضرت ابوعوانۃ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید نیشاپوری اسفراینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، حدیث میں آپ کی کتاب ''مسند ابوعوانہ'' کے نام سے موجود ہے، آپ نے طلبِ علم کے لئے حرمین، شام، مصر، یمن، ثغور، عراق، جزیرۃ، خراسان، فارس اور اصبہان سمیت کئی علاقوں کے اسفار کئے، یونس بن عبدالاعلی، علی بن حرب الطائی، محمد بن یحییٰ الذہلی، احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب، شعیب بن حرب الضبعی، زکریا بن یحییٰ بن اسد المروزی، سعد بن مسعود المروزی، سعدان بن نصر، عمر بن شبۃ، عیسی بن احمد البلخی، علی بن اشکاب، عبدالسلام بن ابوفروۃ النصیبی، عطیۃ بن بقیۃ بن الولید، ابوثور عمرو بن سعد بن عمرو الشعبانی، محمد بن سلیمان بن بنت مطر، ابوزرعۃ الرازی، ابوجعفر بن المنادی، محمد بن عقیل نیشاپوری اور محمد بن اسماعیل الاحمسی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن علی الرازی الحافظ، ابوعلی النیسابوری الحافظ، یحییٰ بن منصور، سلیمان بن احمد الطبرانی، ابواحمد بن عدی، ابوبکر الاسماعیلی، ابومصعب محمد بن ابوعوانۃ اور ابواحمد محمد بن احمد الغطریفی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۱۹)

□......**ماہِ محرم ۳۱۷ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن عتاب العبدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، احمد بن منصور الرمادی رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابن حیویہ، اور ابن شاہین رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ جوزی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے (المنتظم لابن الجوزی ج ۶ ص ۲۲۱) ۲

□......**ماہِ محرم ۳۲۳ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حماد بن اسحاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، حماد، محمد بن یحییٰ الخشنی، عباس بن مزید، زید بن اخزم، رمادی، جعفر الفریابی، ابوالطاہر، ابوقلابۃ، ابوابراہیم الزہری، ابن منیع آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر الابہری، ابن الجہم، ابوالحسن الدارقطنی، ابوحفص بن شاہین آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، فاضل، ثقہ اور صدوق تھے، ۸۲ سال سے زیادہ عمر پائی، اور اپنے چچا

---

۱ قال الخطیب: جعفر الفریابی قاضی الدینور کان ثقة حجة، من أوعیة العلم، ومن أهل المعرفة والفهم، طوف شرقا وغربا، ولقی الاعلام. قال أحمد بن کامل: کان الفریابی مأمونا موثوقا به. وقال القاضی أبو الولید الباجی: جعفر الفریابی ثقة متقن

۲ قال ابن الجوزی: وکان ثقة.

اسماعیل کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔ [۱]

(الدیباج المذهب فی معرفة أعیان علماء المذهب لابن فرحون ج ۱ ص ۴۳)

□......**ماہِ محرم ۳۰۹ھ**: میں حضرت حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن بن عبدالمؤمن بن خالد الازدی مہلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ نے طلبِ علم جرجان کے علاقے سے کیا، ابنِ عدی، اسماعیلی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ جرجان کے بڑے اور نیک علماء میں شمار ہوتے تھے، ابنِ ماکولا نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [۲]

(طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۳)

□......**ماہِ محرم ۳۲۷ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ ابی حاتم کے نام سے مشہور تھے، اور اسماء الرجال کے بہت بڑے عالم اور حدیث پر بڑی گہری نظر رکھنے والی شخصیت تھے، آپ نے والد کے ساتھ کئی علاقوں کے سفر کر کے بڑے بڑے حضرات سے استفادہ کیا، خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد اور ابو زرعہ سے علم حاصل کیا، آپ علم کا سمندر تھے، اور آپ کا شمار ابدال میں ہوتا تھا، جرح و تعدیل، تفسیر اور جہمیہ کی تردید میں بھی آپ کی خدمات ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی رونق، شادابی اور نورانیت عطا فرمائی تھی کہ دیکھنے والا متأثر و مسرور ہوتا (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۸)

□......**ماہِ محرم ۳۳۶ھ**: میں حضرت ابو الحسین احمد بن جعفر بن محمد بن عبید اللہ ابن المنادی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف تھے، محمد بن عبید اللہ، محمد بن عبدالملک الدقیقی، ابو بکر محمد بن اسحاق الصغانی اور ابو داؤد السجستانی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابو عمر بن حیویہ، احمد بن نصر الشذائی، احمد بن عبدالرحمٰن اور محمد بن فارس الغوری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۷۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا، دینداری میں خوب مضبوط و متصلب تھے، اور کھرے اخلاق کے مالک تھے، کچھ تصنیفی کام بھی کیا، ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کی توثیق کی ہے، اور آپ کو کبار قراء میں سے قرار دیا ہے۔ [۳]

(تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۸۵۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۹)

---

[۱] وكان ثقة صدوقاً فاضلاً.

[۲] وكان صلب الدين شرس الأخلاق ثقة من كبار القراء صنف شيئاً.

قال الخطيب: كان صلب الدين شرس الاخلاق روى اليسير، قال :وصنف وجمع.

قال الذهبی :كان ثقة من كبار القراء

[۱] قال ابن ماكولا: ثقة يعرف الحديث

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کی شرائط کا بیان: قسط۴)

مفتی محمد امجد حسین

نمازوں کے اوقات

نماز کی ایک شرط نماز کا وقت ہونا ہے، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر مقررہ وقتوں کے ساتھ فرض فرمائی ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا(سورہ نساء آیت ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔

اور مکلّف (عاقل بالغ مسلمان) پر نماز فرض ہونے کا ظاہری سبب بھی یہی وقت ہے کہ جب کسی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے تو اس وقت مکلّف پر وہ نماز فرض ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں لہٰذا کسی وقت کی نماز اس وقت کے آنے سے پہلے پڑھنا شرعاً معتبر نہیں۔اور وقت چونکہ لَوٹ لَوٹ کر روزانہ آتا ہے اس لئے نماز کی فرضیت بھی اس اعتبار سے وقت کے ساتھ ساتھ لوٹ لوٹ کر آتی ہے، پس چونکہ وقت داخل ہونے کے ساتھ اس وقت کی نماز کی فرضیت مکلّف پر لاگو ہوجاتی ہے اس لئے وقت کا بالکل ابتدائی حصہ اس فرضیت کا سبب ہے باقی کوئی ادائیگی اس پہلے حصے میں ہی کرے یا اس وقت کے باقی حصے میں کرے وقت کے پورے دورانیہ میں ادائیگی کی گنجائش ہے اگر کسی نے وقت کا آخری حصہ بھی پالیا یعنی صرف اتنا سا وقت کہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس شخص پر بھی اسوقت کی نماز فرض ہے،اس کی صورتیں یہ ہیں: مثلاً کافر یا مرتد مسلمان ہوگیا، نابالغ بالغ ہوگیا، مجنون وغیرہ ہوش وحواس اور عقل وشعور والا ہوگیا،عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوگئی تو جس نماز کے وقت میں ان میں سے کوئی مکلّف ہوگیا اس نماز کا اگرچہ اتنا مختصر وقت بھی باقی ہو کہ نیت کر کے اللہ اکبر ہی کہہ سکیں تو بھی یہ نماز ان پر لازم ہوگئی اگر اتنا وقت بھی باقی نہیں کہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکیں تب یہ نماز ان پر نہیں آئے گی اگلے شروع ہونے والے وقت کی نماز لازم ہوگی۔

نماز کے وقتوں کا بیان

فجر کا وقت

صبح کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج کا کنارہ افق پر ظاہر ہونے تک رہتا ہے۔

صبح صادق: اس کا مطلب ہے سچی صبح اور یہ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مشرقی افق پر چوڑائی میں ظاہر ہوتی ہے اور ظاہر ہونے کے بعد آہستہ آہستہ افق کے ساتھ ساتھ اوپر کو پھیلتی چلی جاتی ہے، تو جس وقت یہ سفید روشنی پہلے پہل ظاہر ہو جائے اس پر رات ختم اور دن شروع ہو جاتا ہے، سحری اور تہجد کا وقت ختم اور صبح کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے روزے کی جن قسموں میں رات سے نیت کرنا شرط ہے جیسے نذر مطلق کا روزہ، قضا روزہ، کفارے کا روزہ۔ تو ان کی نیت صبح صادق سے پہلے پہلے کرنا ضروری ہے۔

اور اس کو صبح صادق اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ایک صبح کاذب بھی نمودار ہوتی ہے یعنی جھوٹی صبح۔

صبح کاذب: وہ درحقیقت صبح نہیں ہوتی ابھی رات ہی کا حصہ باقی ہوتا ہے کہ آسمان کے کنارے پر ایک روشنی لمبائی میں (ستون کی طرح) نمودار ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ روشنی زیادہ پھیلتی نہیں اور عموماً تھوڑی دیر بعد غائب ہو جاتی ہے اس سے ناواقف آدمی صبح کا گمان کر لیتا ہے حالانکہ یہ رات ہی کا حصہ ہوتا ہے البتہ صبح کاذب سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ صبح صادق ہونے میں تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔

اور صبح کاذب کی اس روشنی سے رات والے احکام نہیں بدلتے اور نہ دن والے احکام لاگو ہوتے ہیں لہٰذا اس صبح کاذب کے ظاہر ہونے پر نہ تو تہجد اور سحری کے وقت کا اختتام ہوگا اور نہ فجر کے وقت کا آغاز۔

ظہر اور جمعہ کا وقت

ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ، سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے (ھوالاصح)، سورج ڈھلنے کو زوال کا وقت بھی کہتے ہیں۔

زوال اور سایۂ اصلی

زوال یا سورج ڈھلنے کا مطلب یہ ہے کہ سورج جب صبح مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو افق سے مسلسل بلند ہوتا اور وسطِ آسمان کی طرف چڑھتا اور چلتا چلا جاتا ہے چنانچہ عام بول چال میں بھی یوں ہی کہتے ہیں کہ ''دن چڑھ گیا'' یا ''اتنے پہر دن چڑھے'' وغیرہ۔

عین دوپہر کو سورج بالکل آسمان کے وسط میں پہنچ جاتا ہے اور سر کے اوپر چمک رہا ہوتا ہے، صبح جب سورج افق سے طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ بہت لمبا اور دراز ہوتا ہے پھر جیسے جیسے سورج بلند ہوتا جاتا ہے سایہ سمٹتا چلا آتا ہے حتیٰ کہ سورج جب انتہائی بلندی کو پہنچ جاتا ہے یعنی وسطِ آسمان میں آ جاتا ہے اور سر کے اوپر نظر آتا ہے تو اس وقت ہر چیز کا سایہ سمٹتے سمٹتے انتہا کو پہنچ جاتا ہے اس کے بعد مزید نہیں سمٹتا اور بالکل

چھوٹا سا سایہ ہر چیز کا رہ جاتا ہے، چنانچہ آدمی کا سایہ اس کے پاؤں تلے آجاتا ہے کیونکہ اس وقت سورج سر کے اوپر چمک رہا ہوتا ہے اور اس کی کرنیں اوپر سے سیدھی پڑتی ہیں لہٰذا سایہ بھی اس کی سیدھ میں اس سایہ دار چیز کے بالکل نیچے ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورج مزید بلند نہیں ہوتا بلکہ چند منٹ کے وقفے سے مغرب کی سمت ڈھلنے لگتا ہے، اور سورج کے ڈھلنے کے ساتھ ہی سایہ دوسری مخالف سمت میں پھر بڑھنے لگتا ہے کیونکہ سورج جیسے جیسے ڈھلتا ہے اور سر کی سیدھ سے ہٹتا جاتا ہے تو اس کی شعائیں زمین کی چیزوں پر ترچھی پڑتی ہیں لہٰذا سایہ مخالف سمت میں بڑھتا چلا جاتا ہے، جیسا کہ طلوع کے بعد بھی وسطِ آسمان پر پہنچنے تک اس کی شعائیں ترچھی پڑتی ہیں لہٰذا سایہ لمبا ہوتا ہے البتہ طلوع کے وقت چونکہ سورج بالکل آمنے سامنے اور مقابل ہوتا ہے اس لئے صبح کے وقت میں سایہ سب سے لمبا ہوتا پھر جیسے جیسے بلند ہوتا جاتا ہے تو پوری طرح آمنے سامنے نہیں رہتا لہٰذا سایہ گھٹتا چلا جاتا ہے اور سورج ڈھلنے کے بعد اس کے برعکس ہوتا ہے کہ چونکہ سورج بلندی سے افق کی جانب آرہا ہوتا ہے لہٰذا اس کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ سایہ بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ غروب کے قریب سایہ پوری طرح دراز ہوجاتا ہے، تو اب سمجھئے کہ عین دوپہر کو جب سورج بالکل وسط آسمان پر پہنچ جاتا ہے اسوقت کو نصف النہار عرفی [1] کہتے ہیں اور یہ تین مکروہ اوقات میں سے ایک ہے (یعنی طلوع، غروب اور یہ نصف النہار تینوں اوقات ایسے ہیں کہ جن میں کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں) اس نصف النہار کے وقت ہر چیز کا جو معمولی سا سایہ ہوتا ہے اس کو سایہ اصلی کہتے ہیں (سایہ اصلی کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس کے بعد سایہ مزید نہیں گھٹتا بلکہ دوسری سمت میں بڑھنا شروع ہوجاتا ہے) پھر جب سورج ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے اور ہر چیز کا سایہ دوسری طرف بڑھنا شروع ہوجاتا ہے تو اس کو زوال ہونا کہتے ہیں اور یہی ظہر اور جمعہ کا ابتدائی وقت ہے یعنی سورج ڈھلنے کے ساتھ ہی (جس کا اندازہ ہمیں سایہ بڑھنے سے ہوتا ہے) ظہر اور جمعہ کا وقت داخل ہوجاتا ہے۔

---

[1] نصف النہار عرفی کے علاوہ ایک نصف النہار شرعی ہوتا ہے۔ نصف النہار عرفی تو یہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اس کو نصف النہار اس لئے کہتے ہیں کہ طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کے پورے وقت کا یہ آدھا ہے۔ جبکہ نصف النہار شرعی سے مراد صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کے پورے وقت کا آدھا ہے، اس کو ضحوہ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ چونکہ صبح صادق طلوع آفتاب سے گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہوتا ہے اس لئے نصف النہارِ شرعی نصف النہار عرفی سے پہلے ہوتا ہے، نصف النہار عرفی کے ساتھ ساتھ نصف النہار شرعی کو بھی جاننے کی اس لئے ضرورت ہے کہ جن روزوں میں رات کو نیت شرط نہیں دن کو بھی نیت کی جاسکتی ہے جیسے رمضان کا ادا روزہ، نفل روزہ، نذر معین کا روزہ تو ان روزوں میں نصف النہار شرعی یعنی ضحوہ کبریٰ تک نیت کی جاسکتی ہے اس کے بعد نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور روزہ صحیح نہ ہوگا۔

اوراس وقت تک رہتا ہے جب تک سایہ اصلی کو چھوڑ کر ہر چیز کا سایہ اس کے دوگنا ہو جائے ،مثلاً ایک فٹ کی سلاخ ہم نے زمین پر کھڑی کی ،نصف النہار عرفی کے وقت اس کا سایہ اصلی ایک انچ رہ گیا تھا پھر سورج ڈھلنے کے بعد جب اس کا سایہ بڑھتے بڑھتے دوفٹ ایک انچ ہو جائے گا تو یہ ظہر کا آخری وقت ہوگا،اس پر ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا۔دوفٹ ایک انچ اس لئے کہ سایہ اصلی جو اس صورت میں ایک انچ تھا اس کو چھوڑ کر ہم نے پیائش کرنی ہے، (لیکن بلاوجہ ظہر کی نماز میں تاخیر کر کے دیر سے پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ عام حالات میں اس کا اہتمام رکھنا چاہئے کہ ظہر کی نماز کسی چیز کا سایہ ایک مثل ہونے کے اندر اندر پڑھ لے مثلاً مذکورہ مثال میں ایک فٹ ایک انچ اس سلاخ کا سایہ ہونے تک)

عصر کا وقت

جب ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی ہر چیز کا سایہ اس کے دومثل ہو جانے پر عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے،اور عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے۔البتہ جب سورج میں زردی آجائے تو اس کے بعد عصر کا مکروہ وقت ہوتا ہے، بلاعذر اتنی دیر کر کے عصر کی نماز پڑھنا گناہ ہے(اگر چہ وہ ادا ہی شمار ہوگی نہ کہ قضا)

مغرب کا وقت

سورج غروب ہونے پر مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفقِ ابیض غائب ہونے تک رہتا ہے۔شفقِ ابیض سے مراد وہ سفیدی ہے جو شفق احمر کے بعد افق پر نمودار ہوتی ہے۔اور شفق احمر اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروبِ آفتاب کے بعد مغربی افق پر ظاہر ہوتی ہے۔غروب آفتاب کے بعد پہلے یہ سرخی آسمان کے کناروں پر ظاہر ہوتی ہے، کچھ وقت کے بعد یہ سرخی غائب ہو کر سفیدی ظاہر ہوتی ہے، اس سفیدی کو شفق ابیض کہتے ہیں اور اس کے غائب ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز کا مستحب وقت غروب کے فوراً بعد ہے اور بلاعذر غروب کے بعد اتنی تاخیر کرنا کہ آسمان پر ستاروں کا جمگھٹا ہو جائے مکروہ ہے۔البتہ شفق ابیض کے غائب ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے تو ادا ہی شمار ہوگی قضا نہ ہوگی، کسی عذر، مجبوری کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو بغیر کراہت اور گناہ کے ساتھ ادا ہوگی۔

عشاء کا وقت

نماز عشاء اور وتر کا وقت شفق ابیض کے غروب وغیبوبت سے داخل ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ البتہ بلاعذر آدھی رات سے زیادہ تاخیر کر کے عشاء کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔......(جاری ہے)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

غسل کرنے کے آداب

(۱)......جسم کی طہارت ونظافت کے لیے شریعت نے بڑی اہمیت بیان کی ہے، اور پورے جسم کی طہارت ونظافت کی ایک اہم صورت غسل کرنا ہے، جس کی طبی اعتبار سے بھی اہمیت وضرورت مسلّم ہے۔ بتلایا جاتا ہے کہ انسانی بدن کی جلد کے ایک مربع انچ میں تین سو کے قریب باریک باریک سوراخ ہوتے ہیں جن کو مسامات کہا جاتا ہے ان باریک باریک سوراخوں سے پسینہ خارج ہوتا ہے، جس میں خاص قسم کی چکنائی اورزہریلے مواد شامل ہوتے ہیں، موسم کے لحاظ سے دن رات میں سیر سوا سیر سے دو/اڈھائی سیر تک پسینہ عام حالات میں خارج ہوتا ہے، اس مقدار میں تقریباً چھ ماشے موادزہریلا ہوتا ہے، بدن کی جلد کے یہ مسامات (اورسوراخ) ماحول کی آلودگی اور جسم پر میل کچیل وغیرہ جم جانے سے بند ہوجاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان فضلات اور فاسد مادوں کو باہر نکلنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ فضلات اور فاسد مادے جسم کے اندر رہ کر دوبارہ خون میں شامل ہوجاتے ہیں اور مختلف قسم کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں، اور غسل کرنے، نہانے کے عمل سے زیادہ مؤثر اور بہتر اور کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس سے ان مسامات (اورسوراخوں) کو پسینہ کے اخراج کے لئے کھلا رکھا جائے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ نہانے اور غسل کرنے کا عمل بھی مناسب انداز میں جاری رکھا جائے اور اس میں کوتاہی کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

(۲)......اگر مناسب وقت پر اور مناسب طریقہ پر غسل کرنے کا معمول بنایا جائے تو نہ صرف یہ کہ جسم صاف ستھرا رہتا ہے، اور چستی اور چالاکی، طبیعت میں بشاشت اور تازگی پیدا ہوتی ہے اور طبیعت خوش وخرم رہتی ہے، بلکہ اسی کے ساتھ بہت سی بیماریوں سے بھی چھٹکارا مل جاتا ہے، اور نئی پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے، اور اگر مناسب وقت اور مناسب طریقہ پر نہانے کے معمول میں کوتاہی کی جائے تو انسان کئی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے، چنانچہ ایسا شخص سست رہتا ہے، طبیعت میں بوجھ رہتا ہے، خارش وغیرہ جیسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

(۳)......شرعی اعتبار سے ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرلینا سنت ہے، اور اُس میں بھی جمعہ کا دن منتخب کرنا

ایک مستقل سنت ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہفتے میں ایک سے زیادہ مرتبہ غسل کرنا کوئی گناہ کا کام ہے؛ کیونکہ ہر شخص کو روزمرہ غسل کرنا مشکل ہے، اور شریعت کی تعلیم سب انسانوں کے لیے عام ہوتی ہے، اس لیے ہفتے میں ایک مرتبہ غسل کو سنت قرار دے کر سب لوگوں کی سہولت اور رعایت رکھی گئی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن (یعنی ہفتہ بھر) میں (ایک مرتبہ) غسل کرے (صحیح بخاری حدیث نمبر ۸۴۷)

نیز حضور ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، اُس میں اپنے سر اور پورے جسم کو دھوئے (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۰۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر مسلمان پر حق (سنت) ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، جس طرح (اہتمام کے ساتھ) جنابت کا غسل کیا جاتا ہے، اُس میں اپنے پورے جسم اور سر کو دھوئے، یہ غسل جمعہ کے دن کرے (مسند ابوداؤد طیالسی، حدیث نمبر ۲۶۸۴)

(۴)......اگر کوئی شخص روزانہ غسل کی عادت بنائے، تو بھی گناہ نہیں، بلکہ طبی اعتبار سے تو روزمرہ کم از کم ایک مرتبہ غسل کرنا زیادہ مفید اور بہتر قرار دیا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر دو مرتبہ، اور یہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں دو تین مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ تو غسل کر ہی لینا چاہیے۔

(۵)......طبی لحاظ سے غسل موسم کی مناسبت سے گرم یا سرد پانی سے مناسب وقت پر کرنا زیادہ مفید ہے

(۶)......غسل کا سب سے عمدہ وقت طبی لحاظ سے صبح کا رفعِ حاجت کے بعد ہے، یا پھر شام کو کھانا کھانے سے پہلے کا۔

(۷)...... ایک تندرست اور نوجوان انسان کے لئے عام حالات میں ٹھنڈے پانی سے نہانا زیادہ موزوں ہے، خصوصاً گرمی کے موسم میں تو ٹھنڈے پانی ہی سے غسل کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے، کیونکہ جوانی اور تندرستی میں جسم زیادہ کام کاج کرتا ہے، جس کی وجہ سے جسم میں تحلیل کا عمل زیادہ ہوتا رہتا ہے، اور ٹھنڈے پانی کے غسل سے اس تحلیل کے عمل کو کم کیا جاسکتا ہے، اور تندرستی و جوانی کو دیر

تک قائم رکھا جاسکتا ہے، ٹھنڈے پانی سے نہانے کی عادت سے جسم میں سردی کو برداشت کرنے اور سردی کا مقابلہ کرنے کی طاقت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور نزلہ وزکام کم ہوتا ہے، البتہ چھوٹے بچوں، بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے کمزوری میں مبتلا اشخاص اور اسی طرح حاملہ خواتین اور اسہال (دست) پیچش اور جوڑوں کے دردوں کے مریضوں کو عام حالات میں اور خصوصاً سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے بجائے ہلکے گرم (نیم گرم) پانی سے غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(۸)......نہاتے وقت جسم کو اچھی طرح مَل لینا چاہئے، تاکہ میل کچیل اور گردوغبار دور ہوکر بدن کے مسامات کھل جائیں، اور خون کے دورانیہ میں حرکت پیدا ہوجائے۔

(۹)......نہاتے وقت بدن کے صرف اوپر، اوپر سے بہت سا پانی بہا کر ضائع کردینا اور جسم کو مَلے بغیر غسل مکمل سمجھ لینا غلط ہے، اس طرح کے غسل سے وقتی طور پر جسم میں کچھ چستی اور تازگی تو پیدا ہوسکتی ہے، لیکن غسل کرنے کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۰)......غسل کرنے کے بعد جسم کو صاف ستھرے، کھردرے اور خشک کپڑے سے صاف کرلینا چاہئے، تاکہ باقی ماندہ میل کچیل صاف ہوکر جلدی مسامات کُھل جائیں، نہا دھوکر بدن کو گندے کپڑے سے صاف کرلینا غسل کے اصل مقصد کو فوت کردیتا ہے۔

(۱۱)......نہانے کے لئے پاک وصاف پانی استعمال کرنا چاہئے، تازہ پانی سے غسل کرنا زیادہ فائدہ مند ہے، جوہڑ اور تالاب کا گندا پانی غسل کرنے کے لئے بالکل بھی موزوں نہیں۔

(۱۲)......غسل کھلی جگہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ کسی کو ننگا جسم دکھانا شرعاً بھی صحیح نہیں، اور کھلی فضا میں گردوغبار اور مٹی وغیرہ جسم پر پڑنے کی وجہ سے صفائی کا مقصد فوت ہوسکتا ہے۔

(۱۳)......جس جگہ کمرہ وغیرہ میں غسل کررہے ہوں اگر اس کا درجہ حرارت باہر کی فضا سے گرم ہو تو اندر ہی سے کپڑے پہن کر باہر نکلنا چاہئے۔

(۱۴)......دماغی وجسمانی محنت کا کام کرنے اور کھیل کود اور ورزش کرنے اور سفر سے آنے کے فوراً بعد طبی لحاظ سے نہانا مناسب نہیں، تھوڑا بہت وقفہ کرلینا چاہئے تاکہ جسم کی حرکات اعتدال پر آجائیں۔

(۱۵)......اسی طرح کھانا کھانے کے فوراً بعد غسل کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، اگر کھانا کھانے کے بعد غسل کرنا ہو تو بہتر ہے کہ دو یا تین گھنٹے بعد غسل کیا جائے۔

Idara Ghufran

(۱۶)......غسل کرنے کے بعد میل کچیل والا لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱۷)......غسل کرنے کے بعد تھوڑا بہت کچھ کھالینا چاہئے [۱]

(۱۸)......غسل میں شرعاً تین فرائض ہیں:

(الف) اس طرح کلی کرنا کہ پورے منہ میں پانی پہنچ جائے (فرض میں اصل چیز اتنی ہی ہے، اورغرارہ کرنا فرض نہیں، جیسا کہ لوگوں میں غلط مشہور ہے) **(ب)** ناک میں نرم حصے تک پانی ڈالنا **(ج)** پورے بدن پر پانی بہانا۔

غسل کی شرعاً پانچ سنتیں ہیں:

(الف) غسل (یعنی پورے جسم سے ناپا کی دور کرنے) کی نیت کرنا **(ب)** دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا **(ج)** پیشاب پاخانہ والی جگہ کو دھونا خواہ ان پر کوئی ناپا کی بھی نہ لگی ہو، اور بدن کے اگر کسی حصہ پر نجاست لگی ہو تو اسے دھونا **(د)** پہلے سنت کے مطابق وضو کر لینا **(ہ)** پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

اگر کسی نے غسل کے فرائض تو پورے کر لئے لیکن سنتیں یا کوئی ایک سنت چھوڑ دی تو اس سے نماز پڑھنا جائز ہے، اگرچہ سنت کا ثواب نہیں، اور اگر سنت کے مطابق غسل کیا، تو کیونکہ مسنون غسل میں وضو کر لینا بھی شامل ہے، اس لئے مسنون غسل سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے کے لئے سنت کا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے بھی دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اگر غسل کے دوران ریح یا پیشاب کا قطرہ خارج ہو جائے تو اس سے غسل ضائع نہیں ہوتا، لہٰذا جو حصہ پہلے دھولیا گیا، وہ معتبر ہے، البتہ نماز کے لئے وضو کی ضرورت ہوگی۔

غسل شرعی اعتبار سے بعض حالات میں فرض، اور بعض حالات میں سنت، جبکہ بعض حالات میں مستحب ہے، جس کی تفصیل غسل سے متعلق مسائل کی کتب میں مذکور ہے۔

(۱۹)......سنت کے مطابق غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئیں، اس کے بعد اپنی دونوں شرمگاہوں والے حصوں کو دھوئیں (یعنی استنجاء کریں، اگرچہ ان پر بظاہر کوئی ناپا کی نہ لگی ہو) ﴿بقیہ صفحہ ۵۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[۱] ملاحظہ ہو: ''کلیاتِ قانون مفردِ اعضاء'' ص۹۹ وص۲۰۰ مصنفہ: حکیم محمد شریف صاحب ''دیہاتی معالج'' حصہ اول ص۸۶ و ص۸۷، مصنفہ: حکیم محمد سعید صاحب و ''کتاب الصحت'' ص۱۳۶، مصنفہ: حکیم اقبال احمد قرشی صاحب۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

حکیم الامت کی چند نصائح (قسط ۲)

مؤرخہ ۲۱/ ذیقعدۃ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۰/نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران ،راولپنڈی میں تشریف لائے اور اپنے ملفوظات وارشادات سے حاضرین کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا،اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح سے مقصود

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کی بہت زیادہ اہمیت تھی ،اور حضرت اس پر بہت زور دیتے تھے کہ ایک شخص سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

کبھی اس پر باز پرس نہیں ہوتی تھی کہ آج تم نے ذکر کتنا کیا یا اور جو معمولاتِ نافلہ تھے، وہ پورے کر لیے یا نہیں کیے، بلکہ اس پر باز پرس ہوتی تھی کہ کسی کی حق تلفی تو نہیں کی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور فقرہ ہے کہ حضرت سالک سے یعنی جو شخص اصلاح کے لیے حضرت کے پاس آتا تھا، اس سے کہتے تھے کہ بھائی دیکھو، جس کو بزرگ بننا ہو، اور ولی اللہ بننا ہو، وہ تو کہیں اور چلا جائے ،اور کسی اور شخص اور بزرگ سے تعلق کرے۔

میرے یہاں تو وہ آئے جسے آدمی بننا ہو،اور اس میں یہ ضروری ہے کہ ایک شخص سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح کا طریقہ

حضرت کا ایک اور ملفوظ یاد آیا، جس میں یہ بھی فرمایا کہ یہ عطر ہے طریق کا، عطر کہتے ہیں بالکل نچوڑ کو، جیسا کہ کہتے ہیں کہ یہ خس کا عطر ہے، یہ روح ہے اس کی اور اس کو ہر سالک ہر مؤمن ہر عالم کے لیے ضروری بتایا، تو ایک جگہ فرمایا کہ تین چیزیں ضروری ہیں طریق کے اندر:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریق اور مسلک کا عطر اور نچوڑ تین چیزیں بتلائی ہیں، جو سارے طریق کی روحِ رواں ہیں:

(نمبر۱)......خوف: یعنی اللہ سے خوف، خوفِ خدا، اللہ کے خوف اور خشیت سے بندہ گناہ سے بچے گا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (سورة النازعات آیت نمبر ۴۰ و ۴۱)

کہ جس نے اپنے نفس کو بُرے کام اور گناہ سے روکا، اس خوف سے کہ روزِ محشر اللہ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو کیا جواب دوں گا؟ تو جنت ہی (ایسے لوگوں کا) ٹھکانہ ہے۔

(نمبر۲)...... رجا: یعنی اللہ سے امید، خوف کے ساتھ اللہ سے رجاء اور امید بھی رکھنی چاہیے، اللہ کے فضل اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

خواجہ صاحب کا شعر ہے کہ امید کسے کہتے ہیں:

جو نا کام ہوتا رہے عمر بھر بھی   بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے   جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(نمبر۳)......محبت: یعنی اللہ کی محبت، اور یہ حضرت کے سارے طریق کی روحِ رواں ہے۔

اللہ کی محبت پیدا کرلو، پھر سب عقدے حل ہو جائیں گے، بقول شاعر:

عشق آں شعلہ است کہ او برفروخت   ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور کبھی کبھی حضرت اپنے اسی سلسلے کی گفتگو میں قرآن پاک کی اس آیت کا بھی حوالہ دے دیا کرتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورہ بقرۃ آیت نمبر ۱۶۵)

یعنی ایمان والوں کو اللہ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

پھر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اشد محبت کہا ہے، شدید بھی نہیں کہا، اشد کہا ہے، اور عشق نام ہی اشدِ محبت کا ہے۔

آپ حضرت کے مواعظ میں دیکھیں گے کہ حضرت پہلے فارسی کا شعر پڑھا کرتے تھے اور پھر بعض اوقات اردو میں اس کا مرادف شعر پڑھا کرتے تھے:

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا   دے سوا معشوق کے باقی سب کو جلا (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مفتی محمد رضوان

اسلامی بینکاری کا سفر

یہ بات کسی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں کہ اس دور میں بڑی جنگ معاشی سمجھی جاتی ہے، معاش کے قوی و ضعیف ہونے پر ہی ظاہری اسباب کے درجہ میں اس وقت کسی قوم و ملک کی فتح یا شکست کا بڑا مدار سمجھا جاتا ہے۔

اور شریعتِ مطہرہ نے بھی معاد کے ساتھ ساتھ معاش اور معاشی مسائل پر خصوصی توجہ دی ہے، اور اس کے لئے ایسے فطرت کے مطابق قوانین واصول وضع کئے ہیں کہ ان کو اختیار کر کے معاشی زندگی کو بھی بہتر بنایا جاسکتا ہے، خواہ اس زندگی کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے۔

لیکن بدقسمتی سے گذشتہ چند صدیوں سے مسلمانوں نے اسلام کے معاشی نظام کے قوانین واصولوں کو ایسا نظر انداز کیا کہ اس کے نتیجہ میں دنیا میں دشمنانِ اسلام کی طرف سے کئی خود ساختہ غیر اسلامی نظامہائے معیشت وجود میں آ گئے، جنہوں نے انسانیت کو اپنی دلدل میں ایسا جکڑا کہ ان سے نکلنا آسان نہ رہا۔

پھر اوپر سے ان خود ساختہ وغیر فطری معاشی نظاموں میں جگہ جگہ اسلام کا لیبل بھی لگایا گیا، جس سے معاملہ اور زیادہ پیچیدہ ہو گیا، اور مسلمانوں کے ایک طبقہ نے ان نظاموں کی اصلاح کے بجائے انہی کو اسلامی معاشی نظام سمجھ کر اختیار کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ خود ساختہ اور غیر فطری نظام پوری دنیا کے کونے کونے میں غالب ورائج ہو گئے۔

اس غیر اسلامی نظام کا بڑا حصہ غیر اسلامی بینکنگ بھی تھا جس کی بنیاد خالصتاً سود پر مبنی تھی، مگر اس کے باوجود دنیا بھر کے بیشتر افراد کو اس کے ساتھ کسی نہ کسی جہت سے وابستہ کر دیا گیا، چنانچہ بجلی، گیس وغیرہ کے بل جمع کرنے اور بعض اداروں کے ملازمین کی تنخواہ کے حصول کے لئے بینکوں سے تعلق قائم کر دیا گیا، بہت سی چیزوں کی خریداری کے لئے بینکوں کی مدد حاصل کرنے کی ضرورت پیش آنے لگی، فتنوں کے دور میں رقوم وغیرہ کی حفاظت کیلئے بینکوں کا سہارا لینا پڑا۔ اور اس قسم کی بے شمار لوگوں کی ضروریات بینکوں کے ساتھ وابستہ ہو گئیں۔

اس صورتِ حال کے نتیجہ میں اہلِ علم حضرات کی ایک جماعت کو اس نظام کی اصلاح کی فکر غالب رہی اور

وہ اپنی زندگی کی صلاحیتوں کا اہم حصہ اس سسٹم و پروگرام یا نظام کی اصلاح کی کوشش میں صرف کرتے رہے، جس میں انہیں غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

سب سے پہلی مشکل تو خود اس نظام کو سمجھنے کی تھی، پھر اگلی مشکل اس کا اسلامی قوانین وقواعد کی روشنی میں جائزہ لینے کی اور اس سے بھی اگلی مشکل کسی طرح سے اس کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور اس غیر اسلامی نظام کے مقابلہ میں اسلامی نظام کا اجراء اور پھر اس کو رواج دینے کی صورت میں پیش آئی، لیکن اللہ کے بندوں کی اس مذکورہ جماعت نے اپنی جدوجہد کا سلسلہ جاری رکھا، اور اس کی اصلاح کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ان کو اس سفر میں جتنی اور جس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور بعض مخصوص مجبوری والی صورتوں میں فقہائے کرام کے بیان فرمودہ حیل کو بھی اختیار کرنا پڑا۔

ان حضراتِ گرامی کی مخلصانہ جدوجہد کے نتیجہ میں سود اور حرام خوری کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں امید کی ایک کرن اور شمع روشن ہوئی، اور غیر اسلامی بینکاری کے مقابلہ میں اسلامی بینکاری کی داغ بیل قائم ہوئی۔ اور اس کی روشنی میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہونا شروع ہوا، جوں جوں اصلاحات کا عمل اور سفر آگے بڑھا اس کے ساتھ ساتھ اسلامی بینکاری کے نظام کی خوبیوں کا بھی دنیا نے مشاہدہ کرنا شروع کیا، سفر کا سلسلہ جاری تھا، لیکن ابھی تک منزل تک رسائی نہیں ہوسکی تھی۔

اور جو مخلص اہلِ علم حضرات بینکاری نظام کی اصلاح کی خدمات سرانجام دے رہے تھے اور اس کو طے کر رہے تھے ان کا ہرگز اور ہرگز یہ دعویٰ نہیں تھا کہ انہوں نے اپنی منزلِ مقصود کو پالیا ہے اور ان کا سفر مکمل طے ہوگیا ہے اور وہ اس نظام سے مطمئن ہوکر اپنے گھروں میں جا کر نہیں بیٹھ گئے تھے، بلکہ ابھی اپنے آپ کو منزلِ مقصود سے دور تصور کرتے ہوئے اور مایوسی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اسلامی بینکاری کی اصلاح کے سفر کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔

اہلِ علم کے اس خدمت گزار گروہ کے مقابلہ میں اہلِ علم حضرات ہی کے کچھ افراد ایسے بھی تھی کہ انہیں اس میدان میں خدمت کا موقع نہیں مل سکا تھا، ان میں سے بعض حضرات کی نظر تو ''اسلامی بینکنگ'' کے عنوان پر رہی، جس سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ نظام سو فیصدی اسلامی نظام بن چکا ہے، اور گویا کہ انہوں نے اس سفر کو، جس کا پہلے ذکر کیا گیا، منزل خیال کرلیا، اسی کے ساتھ ان حضرات کا اسلامی بینکاری کے

لئے اصلاحات کی کوشش وجدوجہد کرنے والے اہل علم حضرات پر بھی غیر معمولی اعتماد رہا، لیکن خود سے اس تحقیق کی نوبت نہیں آسکی کہ ان اہلِ علم حضرات نے اس نظام کو سو فیصدی اسلامی قرار دیا ہے یا پھر وہ اس کی اصلاح کی کوشش میں مشغول ہیں اور مقصود ومنزل کی طرف سفر جاری ہے۔اس لئے اہلِ علم حضرات کے اس ناواقف گروہ کی اسلامی بینکاری کے متعلق خوش فہمی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی وابستہ وقائم ہوگئی۔

بینکاری اور بالخصوص اسلامی بینکاری کی اصلاحات کی خدمات سے الگ تھلگ اہلِ علم حضرات ہی کا ایک گروہ وہ تھا جو ابتداء ہی سے بینکاری نظام کے خلاف تھا، یا پھر ان کی نظر سفر کے اس حصہ پر تھی جو ابھی تک طے نہیں ہوا تھا، اور سفر کا جو حصہ طے ہوگیا تھا، اس کو وہ بارِ خاطر میں نہ لاتے تھے، اور ان حضرات کو اہلِ علم کی اس جماعت پر، جو اسلامی بینکاری پر کام کر رہی تھی، اس درجہ کا اعتماد نہیں تھا (خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس جماعت کے اکابر ومعاصر ہوں اور وہ اس جماعت کی اتباع کی ضرورت نہ سمجھتے ہوں یا کوئی اور وجہ ہو) اس لئے یہ گروہ اسلامی بینکاری کے حق میں نہ تھا، اور ساتھ ہی اس گروہ کے بعض افراد اسلامی بینکاری کی ضرورت کا ہی انکار کرتے رہے۔

اور اہلِ علم حضرات میں سے کچھ حضرات ایسے بھی تھے کہ انہیں بعض چیزوں میں ان اہلِ علم حضرات سے فقہی قواعد ونظائر کی روشنی میں اختلاف تھا جو اسلامی بینکاری کی اصلاحات کی کوششیں فرما رہے تھے، اور انہوں نے غور وفکر واجتہاد کے نتیجہ میں بعض امور کو جائز قرار دیا تھا، خواہ اس کی وجہ انہوں نے ضرورت سمجھی ہو، یا ضرورت کے بغیر دلائل کی رو سے ابتداءً ہی جائز سمجھا ہو، لیکن یہ اختلاف اس درجہ کا نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے اس پورے سفر ہی کو غلط کہا جائے، اور مبدءِ سفر پر رجوع کا حکم لگایا جائے، بلکہ وہ سفر کے راستہ کے نشیب وفراز کی تعیین ونشاندہی کے درجہ کا تھا، جس پر غور وفکر کی اپنی جگہ ضرورت تھی، اور کسی نہ کسی درجہ میں ان امور پر غور وفکر بھی جاری تھا۔

لیکن گذشتہ دنوں چند اہلِ علم حضرات کی طرف سے اسلامی بینکنگ کے خلاف پرزور انداز میں آواز اٹھائی گئی اور اس نظام پر گویا کہ سو فیصدی حرام وسود پر مشتمل اور غیر اسلامی ہونے کا حکم لگایا گیا اور اس پورے سفر ہی کو گویا کہ غلط قرار دیا گیا۔

اہلِ علم حضرات کا کسی مجتہد فیہ مسئلہ میں اختلاف ہو جانا نہ تو مذموم ہے، اور نہ ہی اس کے خاتمہ کی ضرورت ہے، لیکن اس کے لئے ان اہلِ علم حضرات کی طرف سے یکطرفہ طور پر جو سخت موقف اختیار کیا گیا، وہ فقہ

واجتہاد سے زیادہ ہم آہنگ محسوس نہیں ہوا۔

ایک طرف تو ان حضرات نے مجتہد فیہ مسائل کو منصوصِ قطعی کے درجہ میں پیش کیا، اور دوسری طرف بعض امور پر صرف تخمینہ اور ظن کی بنیاد پر حکم لگا دیا گیا، اور تیسرے بعض امور کی بناء پر سارے نظام پر ہی ناجائز وحرام ہونے کا حکم لگا دیا گیا، جس سے تشویش واضطراب پیدا ہوا۔

اور عوامی وعلمی حلقوں میں کئی پریشان کُن مسائل نے جنم لیا، اور دنیا بھر کے جید اور مستند اہلِ علم حضرات کی طرف سے کی گئی محنت اور جدوجہد کو بیک جنبشِ قلم نظر انداز کر دیا گیا، اور پھر اوپر سے چند اہلِ علم حضرات کے فیصلے کو متفقہ فتوے اور فیصلے کا عنوان دیا گیا، اس فتوے وفیصلے سے کن حضرات کو اتفاق ہے، اور کن کو اختلاف، اس کی حقیقت شائد آنے والے وقت میں منکشف ہو کر سامنے آ جائے۔

اسی کے ساتھ اپنے اس موقف کی انتہائی جذباتی انداز میں تبلیغ وتشہیر بھی شروع کر دی گئی، جس کے بعد آج کل کے ماحول میں رجوع کے راستے بھی مسدود ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ صحیح طریقہ یہ تھا کہ ان حضرات کو ابتداءً اپنی رائے اسلامی بینکاری پر کام کرنے والے اہلِ علم حضرات کے سامنے پیش کرنی چاہئے تھی، پھر ان حضرات کی طرف سے جواب موصول ہونے اور نظرِ ثانی کے بعد (اختلاف برقرار رہنے کے باوجود) شائع کرنے میں حرج نہ تھا۔

جہاں تک اس رائے کو متفقہ فیصلہ وفتویٰ قرار دینے کا تعلق ہے، تو جتنی تعداد اور جس درجہ کا فقہی ذوق ومنصب رکھنے والے اہلِ علم حضرات اس میں شریک ہوئے اس سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تعداد میں معاشی میدان میں زیادہ علم وتجربہ رکھنے والے اہلِ فقہ حضرات بھی اپنا مفصل ومدلل فتویٰ فیصلہ صادر کرنے کا حق رکھتے ہیں، پھر اس فیصلے وفتوے کو غیر متفقہ اور پہلے کو متفقہ قرار دینے میں مابہ الفرق کیا چیز رہ جائے گی؟

اور ہمارے خیال میں موجودہ حالات میں جبکہ ایک طرف سے پوری شدومد کے ساتھ اسلامی بینکاری کے متعلق بالکلیہ عدمِ جواز کے بارے میں تبلیغ وتشہیر کی جارہی ہے تو اہلِ علم حضرات کی اس جماعت پر جو اسلامی بینکاری کی اصلاح واجراء کی خدمت کی ذمہ داری انجام دے رہی ہے، یہ فریضہ عائد ہو چکا ہے کہ عدمِ جواز کے قائلین کے دلائل کا اجتماعی طور پر جائزہ لے کر ان بنیادوں اور دلائل کو منظرِ عام پر لائیں، جن کی بناء پر وہ جواز کا قول کرتے رہے ہیں، اور ساتھ ہی ان پر وارد ہونے والے شبہات ودلائل کے جواب

سے بھی آگاہ کریں۔

ورنہ بصورتِ دیگر جواز کے قول کو اختیار کیے رکھنے کا عوامی دنیا میں کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔

افسوس ہے کہ ایک عرصہ گزرنے کے باوجود اس جماعت کی طرف سے کوئی مؤثر وٹھوس اور شافی جواب کا منظرِ عام پر نہ آنا طرح طرح کے شکوک وشبہات کا باعث بن رہا ہے۔

ہم نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کی اصلاحات کا منزل کی طرف سفر جاری رکھنے والی جماعت کا موقف دلائل وحقائق کے اعتبار سے درست ہے۔ اوراس سفر کو منزل سمجھنے یا اس طے شدہ سفر کو غلط قرار دینے یا اس کو درمیان میں ختم کر کے واپس آنے کی خواہش ومطالبہ رکھنے والی جماعت کا موقف دلائل وحقائق کے لحاظ سے درست نہیں، بلکہ نتائج کے اعتبار سے بھی مفید نہیں، جس کا پتہ آئندہ آنے والے وقت میں ہی چلے گا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۷ ’’بمبئی دھماکوں کے محرکات واسباب‘‘﴾

البتہ اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں پر اس وقت دنیا میں جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، ان کے ردعمل میں مسلمانوں کی طرف سے ردعمل پیدا ہونے کے امکانات بھی کم نہیں ہیں، بہرحال جو کچھ بھی ہو، ان حملوں کے نتائج دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی کی صورت میں رونما ہوئے۔ جہاں تک اسلامی تعلیمات وہدایات کا معاملہ ہے تو ہم اسلامی تعلیمات وھدایات کے پیش نظر ’’باوجودیکہ دفاعی واقدامی جہاد تا قیامت جاری رہے گا۔‘‘ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے حملوں ودھماکوں کو اسلامی نقطۂ نظر سے جہاد کے اعلیٰ مقاصد حاصل ہونے کا ذریعہ تصور کیا جانا مشکل ہے۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات اس قسم کے امور میں چند فوائد ومصالح کی بنیاد پر جہاد کے مقاصد کا دعویٰ کریں، لیکن اعلیٰ مفاسد ومضار کے ہوتے ہوئے اس سے کم درجہ کہ مصالح کی بنیاد پر شرعاً اس کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

علم کے مینار مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۱۶)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

دادی امّاں رحمہا اللہ

میری دادی اماں کا اصل نام تو غفوراً تھا، مگر ہمارے دادے ابا رحمہ اللہ نے انکا نام رابعہ رکھا ہوا تھا، ان کی پیدائش موضع موسیٰ ضلع مظفر نگر، یو۔پی ہندوستان کی تھی۔

مزاج میں ان کے سادگی تھی، اوراکثر ذکر وشغل میں مصروف رہتی تھیں، ہمارے دادا ابا رحمہ اللہ مزاج میں کچھ سخت تھے، وہ دادی اماں رحمہا اللہ کو زیادہ بولنے سے منع کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ فضول بولنے کے بجائے ہاتھ میں تسبیح لے کر ذکر میں مشغول رہا کرو۔

اس پابندی کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھتی تھیں اور ذکر کرتی رہتی تھیں، عمر کے آخری حصہ میں ان کی کچھ نظر کمزور ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے وہ چشمہ لگاتی تھیں، مگر نظر پھر بھی پوری طرح نہیں آتا تھا، بطور خاص رات کے وقت صاف نظر آنے میں دشواری ہوتی تھی۔انہیں کچھ خود کلامی کی بھی عادت تھی، خود سے بیٹھے بیٹھے اپنے آپ سے باتیں کرتی رہتی تھیں، کبھی کوئی سوال کرتیں اوراس کا خود ہی جواب بھی دے دیتی تھیں۔

اپنے آپ سے بڑبڑانے کی وجہ سے گھر میں موجود بچے کسی ایک طرف قریب آکر اور چھپ کر کبھی ان کی باتیں بھی سُن لیا کرتے تھے، ان کی اپنے آپ سے باتیں کافی دلچسپ ہوا کرتی تھیں، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے آپ میں مگن کوئی بات کررہی ہوتی تھیں اور گھر کے بچے اچانک اس کا جواب دے دیا کرتے تھے، جس سے وہ ایک دَم چونک جایا کرتی تھیں، اور کہتی تھیں کہ کون ہے تُو؟ بچے جواب دے دیا کرتے تھے، اور پوچھتے تھے کہ اماں آپ کس سے باتیں کررہی ہیں؟ وہ جواب میں کہتی تھیں کہ کچھ نہیں، میں تو یہ

Idara Ghufran

کہہ رہی تھی ...... پھر اپنی اس بات کو وضاحت کے ساتھ دہرا کر بتلا دیا کرتی تھیں، یہ سب باتیں ان کی سادگی کے اثر کی وجہ سے تھیں۔

ان کی عادت بھی کہیں گھر سے باہر آنے جانے کی نہیں تھی، اور اس وجہ سے وہ بہت سی معاشرہ کی باتوں سے ناواقف تھیں۔

دادا کے تین سال کے بعد ۱۱ ذی الحجہ کو بیمار ہوئیں اور ۱۱ محرم کو انتقال ہوا (ان کا سنِ وفات اس وقت مستحضر نہیں، البتہ ۸۰ء کے عشرہ میں ان کی وفات ہوئی)

والدہ صاحبہ کی روایت ہے کہ دادی صاحبہ رحمہ اللہ پر فوت ہونے سے پہلے شام کو عصر کے وقت غنودگی طاری ہوگئی، اور رات کو تین بجے کے قریب ان کا انتقال ہوا، اس دوران بے ہوشی کے عالَم میں وضو اور نماز اشارہ سے پڑھتی رہیں، وقفہ وقفہ سے پہلے ہاتھوں کو اس طرح حرکت دیتیں جیسا کہ ان کو دھو رہی ہوں، پھر ان کو منہ پر پھیرتیں، اور اس کے بعد نماز شروع کرنے کی طرح کاندھوں تک ہاتھ اٹھاتیں، پھر سینہ پر ہاتھ باندھتیں، پھر رکوع وسجدہ کا اشارہ کرتیں، اور تھوڑی دیر بعد دونوں طرف سلام پھیرنے کی طرح منہ گھما کر اشارہ کرتیں۔

ہم نے ہوش سنبھال کر انہیں بڑھاپے کی حالت میں دیکھا تھا، اس لئے ان کی جوانی کے زیادہ حالات کا خود سے مشاہدہ نہیں کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائیں، اور اُن کے درجات بلند فرمائیں۔

والد صاحب رحمہ اللہ

میرے دادا ابا رحمہ اللہ کی اولادوں میں دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام محمد عثمان تھا، جو میرے تایا تھے، اور دوسرے کا نام محمد غفران تھا، جو میرے والد ماجد تھے۔ البتہ دادا ابا رحمہ اللہ کی بیٹیاں کئی تھیں۔

لیکن دادا مرحوم کی یہ سب اولادیں اب وفات پا چکی اور اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

میرے والد صاحب اپنے سب بہن بھائیوں میں عُمر کے اعتبار سے چھوٹے تھے، ان کی ولادت تھانہ بھون میں ہوئی، اور وہ اکثر بیمار رہتے تھے، گردوں میں پتھری کی شکایت تھی، جس کا بعد میں آپریشن بھی ہوا تھا جو کہ بحمد اللہ تعالیٰ کامیاب رہا۔

میرے والد صاحب کا پیشہ کپڑے سینے کا تھا، اگرچہ انہوں نے شرح جامی تک تعلیم حاصل کی تھی، لیکن بوجوہ وہ تعلیم کا سلسلہ آگے جاری نہیں رکھ سکے تھے، کم عمری میں شادی کے باعث ذمہ داریاں عائد ہونے کی وجہ سے درزی (ٹیلرنگ) کا کام شروع کر دیا تھا، اور جب تک صحت و ہمت رہی، خوب محنت اور امانت و دیانت اور سلیقے کے ساتھ یہ کام انجام دیا؛ وہ سینے پرونے کے کام میں بہت ماہر تھے، اور اپنی مہارت اور فن دانی کی وجہ سے تھوڑے کپڑے سے زیادہ کام لے لیا کرتے تھے، اور کپڑے کو ضائع ہونے سے بچانے میں ان کو خاص ملکہ تھا۔

والد صاحب رحمہ اللہ ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے کہ جن کو ہر فن مولیٰ کہنا چاہیے، وہ بہت سے ایسے کام کاج اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے کہ وہ کام صرف اُس فن کے ماہرین ہی انجام دے سکتے تھے۔

گھریلو کاموں میں وہ معماری کا ضروری کام کر لیا کرتے تھے، مختلف ڈبوں اور کنستروں پر خود سے ڈھکن چڑھا لیا کرتے تھے، اسی طرح دھات کی دیگچیوں کے اوپر کے کنارے ٹوٹ جانے پر ان کے کنارے بنا لیا کرتے تھے، اور لکڑی کا کام کاج بھی کر لیا کرتے تھے۔

اسی طرح پہلے مٹی کے تیل کے چراغ روشنی کے لیے جلائے جاتے تھے، وہ مختلف قسم کی شیشیوں کے ڈھکن میں سوراخ کر کے سائیکل کی ٹیوب میں سے ہوا بھرے جانے والی وارشل لگا کر اُس میں چراغ کی بتی لگا لیا کرتے تھے۔ اُن کی عادت یہ تھی کہ چھوٹی موٹی چیزیں وہ محفوظ کر کے رکھ لیا کرتے تھے، مثلاً مختلف قسم کے پیچ اور کیلیں وغیرہ۔

میرے والد صاحب کو مچھلیوں کے شکار کا بے حد شوق تھا، اس کے لئے وہ کانٹے، چھڑی اور چارہ وغیرہ لے کر رات کو نہروں اور تالابوں پر پہنچ جاتے تھے، اور ان کے ساتھ ان کے کچھ دوست احباب بھی اس شوق میں شریک ہوا کرتے تھے وہ مختلف دریاؤں پر مچھلی کے شکار کے لئے عام طور پر کانٹے چھڑی کا استعمال کیا کرتے تھے، اور چارہ کے لئے زمین میں پیدا ہونے والے کیچوے استعمال کرتے تھے، رات کو دیر تک شکار میں مصروف رہنے کی وجہ سے ان کے ساتھ عجیب وغریب واقعات بھی پیش آتے رہتے تھے، جو وہ وقتاً فوقتاً سناتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ رات کے پہر مچھلیوں کے شکار سے واپس آ رہے تھے، ان کے ساتھ ان کے ایک دوست بھی تھے، اور ہاتھوں میں کانٹے چھڑی تھی، اس دن مچھلی کا اتفاق سے کوئی شکار بھی نہ ملا تھا، ایک جگہ پہنچ کر انہیں

پانی کے اندر ہلچل کی غیر معمولی آواز محسوس ہوئی، انہوں نے سمجھا کہ شاید کوئی بڑی مچھلی ہے اور آج کوئی شکار بھی نہیں ملا، ہوسکتا ہے کہ چلتے چلتے کوئی بڑا شکار مل جائے۔

دونوں حضرات کچھ اس کے قریب پہنچے، جوں ہی قریب پہنچے تو کسی چیز نے ان کی طرف کو اپنے سر کے بال آگے کی طرف کو جھکا کر منہ کیا جس سے ان کو طبعی طور پر کچھ خوف محسوس ہوا۔

لیکن ہمت بلند رکھی اور فوراً ہی اپنی چھڑی نکال کر اس کے اوپر ماری، جس کے بعد اس نے پھر زوردار طریقہ سے ڈرانے کی کوشش کی، انہوں نے پھر زوردار طریقہ سے اس کے اوپر ماری، فوراً ادھر سے آواز آئی کہ مجھے مت مارو، میں ایک خاتون ہوں، انہوں نے کہا کہ تو رات کے اندھیرے میں تنِ تنہا یہاں کیا کر رہی ہے، اس نے کہا کہ ابھی بتلاتی ہوں، اس نے بتلایا کہ میں ایک ایسی خاتون ہوں جس کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہے، مجھے کسی عامل نے بتلایا تھا کہ اگر آپ قبر سے کوئی تازہ دفن شدہ بچہ لیکر کسی جنگل میں پانی کے اندر ننگی ہو کر اور اس کے اوپر بیٹھ کر نہاؤ گی تو اس عمل سے آپ کے اولاد ہو جائے گی، اس لئے میں یہ عمل کر رہی ہوں، اور یہاں قریب قبر سے بچہ نکالا ہوا ہے اور اس پر بیٹھ کر غسل کر رہی ہوں، انہوں نے اس عورت کو تلقین کی کہ اس قسم کے ٹوٹکے تو سخت انسانیت سوز حرکت ہیں، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، جس کے بعد اس نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گی، پھر یہ حضرات اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔

اس قسم کے اور بھی کئی واقعات ان کے ساتھ پیش آئے۔

بعض اوقات رات کے وقت جنات بھی ملے اور انہوں نے ڈرانے کی کوشش کی، لیکن بلند ہمت اور جرأت ہونے کی وجہ سے آپ نے کسی بھی موقع پر ہمت نہیں ہاری۔

ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کو شروع میں کچھ عملیات و وظائف کا بھی شوق تھا، اور اسی ضمن میں انہوں نے جنات وغیرہ کو قابو میں کرنے کے لئے بھی کچھ چلہ کشی وغیرہ کر رکھی تھی، عملیات اور چلہ کشی کے دوران وہ رات کو جنات سے مختلف باتیں کرتے رہتے تھے، پھر انہوں نے شوق شوق میں آسیب وسحر زدہ لوگوں کا کچھ علاج بھی شروع کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ کسی شخص پر آسیب و جنات کا اثر تھا، جن کو دم کرنے کے لئے والد صاحب کے پاس لایا گیا، والد صاحب ان پر دَم کرنے لگے، اسی دوران آسیب زدہ شخص نے والد صاحب کے چہرہ پر زوردار چپت رسید کیا، جس کے بعد والد صاحب کو اس شعبہ سے کچھ نفرت پیدا ہو گئی، اور آپ نے یہ مشغلہ ترک کر دیا۔

Idara Ghufran

عملیات وتعویذات کے زمانے کی ان کے پاس کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور ایک رجسٹر بھی تھا، جس میں عجیب وغریب قسم کے مختلف عملیات ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے، انہوں نے یہ سب چیزیں گھر میں ایک ایسی طرف رکھی ہوئی تھیں، جہاں تک رسائی مشکل ہوتی تھی۔

میں بچپن میں کبھی کبھار موقع ملنے پر چھپ کر ان کو نکال کر دیکھ لیا کرتا تھا، اور عجیب وغریب چیزیں پڑھ کر تعجب وحیرت ہوتی تھی، لیکن ساتھ ہی اس شعبہ سے ڈر بھی لگتا تھا، ایک مرتبہ والد صاحب کو علم ہوگیا کہ میں ان چیزوں سے دلچسپی رکھتا ہوں، اس وقت میں حفظ کر کے فارغ ہو چکا تھا، اور درسِ نظامی کے ابتدائی سالوں میں تھا، اس پر انہوں نے مجھے طلب کر کے فرمایا کہ یہ چیزیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، اور آپ جس علم کو حاصل کرنے میں مشغول ہو، اس کا درجہ اور اہمیت اس سے کہیں زیادہ ہے، آپ محنت اور شوق وذوق سے حصولِ علم میں مشغول رہو، اس کی برکت سے آپ کو ان چیزوں کی حقیقت خود سمجھ آ جائے گی۔

جس کے بعد پھر میں نے ان چیزوں سے دلچسپی ختم کر دی، اور پھر بعد میں نہ ان کتابوں کا پتہ چلا کہ کہاں گئیں اور نہ اس رجسٹر کا، ممکن ہے کہ والد صاحب نے مجھے بچانے کے لئے ان کو ادھر اُدھر کر دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

والد صاحب کی بندہ کی دینی تعلیم کے لئے قربانی اور جذبہ کے تحت ہی ادارہ غفران کا نام ان کی نسبت سے مقرر ہوا......والد صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے سب بیٹے دینی تعلیم سے آشنا اور بہرہ ور ہوں، لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

میں تو شروع میں جسمانی اور دماغی اعتبار سے کمزور تھا، اس لیے شاید شروع میں مجھ سے ان کو اتنی توقع نہ تھی لیکن جب میرے حفظِ قرآن مجید کا معاملہ مکمل ہوگیا تو ان کے حوصلے بلند ہوگئے اور انہوں نے میری تعلیم کے مکمل ہونے کے لیے ہر قسم کی قربانی کا اہتمام کیا۔

طالبِ علمی کے زمانے میں متعدد مرتبہ مجھے شیطان نے تعلیم سے منحرف کرنے کی کوشش کی، لیکن والد صاحب رحمہ اللہ نے ہمیشہ مختلف طریقوں سے سمجھا بجھا کر تعلیمی سلسلہ میں شیطان کی طرف سے پیش آنے والی رکاوٹ کو دور فرمایا۔ اور تعلیم کے ساتھ ساتھ شریعت وتصوف دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے کی بھی تلقین فرماتے رہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی خدمت میں تعلیم وتربیت کے لئے میرے رہنے کو ترجیح دی۔

آپ کی ان قربانیوں، اور مہربانیوں کی وجہ سے جب بندہ نے ادارہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو اس کو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے نام سے ہی موسوم کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، جس کی بعض اکابر نے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کے نام پر قائم ادارہ غفران کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے رکھیں۔ آمین

آپ کو آخر میں دل کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا، لیکن آخر وقت تک نماز روزے کی پابندی کا اہتمام کرتے رہے، قرآن مجید کی تلاوت، مناجات مقبول اور تہجد پڑھنے کا مستقل معمول تھا، اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات سے بھی استفادہ فرماتے رہتے تھے۔

مئی ۹۲ء میں آپ اچانک بخار کے سبب بیمار ہوئے، اور چند ہی دن بیمار رہ کر ۱۴ مئی ۹۲ء بروز جمعرات کو آپ کا وصال ہوا، آپ کی تدفین راولپنڈی کے مشہور قبرستان ڈھوک رتہ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں، اور آخرت میں ان کی معیت ورفاقت نصیب فرمائیں۔ آمین، ثم آمین۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۸ ''غسل کرنے کے آداب''﴾

اس کے بعد اگر بدن پر کہیں ناپاکی لگی ہو تو اس کو دھوئیں، اور اس کے بعد سنت کے مطابق پورا وضو کریں (اگر اُس نہانے والی جگہ پر نیچے جہاں پاؤں موجود ہیں، پانی جمع ہے تو پیروں کو بعد میں اُس جگہ سے ہٹ کر دھوئیں) اس کے بعد سر پر پانی ڈالیں، پھر جسم کے دائیں حصے پر اور اس کے بعد بائیں حصے پر پانی ڈالیں، اور اس عمل کو تین مرتبہ دہرائیں، تاکہ تین بار پورے جسم پر پانی بہہ جائے۔

ویسے جس طرح بھی پورے جسم پر پانی بہالیا جائے، اور کلّی کرلی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈال لیا جائے، تو غسل کے فرائض ادا ہوجاتے ہیں، مگر اس میں سنت کے مطابق غسل کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

کچھ دیر آخرت کے فکرمندوں کے ساتھ

دنیا سے دل نہ لگانا

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہوتا جن کا مجھے ہے تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تمہیں عورتوں کے ساتھ بستروں پر مزہ نہ آتا، اور تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے راستوں پر نکل کھڑے ہوتے (اور جس کا جدھر منہ اٹھتا گھبراہٹ کے مارے اسی طرف نکل کھڑا ہوتا۔ یعنی برزخ وآخرت کے ایسے ہولناک احوال آگے آنے والے ہیں جو ہم سب کو درپیش ہیں)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ہنسنے والے پر تعجب ہوتا ہے (کہ وہ کیونکر مسرور و بے فکر ہے) حالانکہ اس کے سامنے موت ہے۔

خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ ان کو جو کوئی دیکھتا یہ سمجھتا کہ ان پر کوئی تازہ مصیبت پڑی ہے کیونکہ وہ (ہمہ وقت) نہایت غمگین اور خائف رہتے تھے (قبر وآخرت کے احوال کے مراقبے سے)

ابن مرزوق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے گناہوں پر رنجیدہ وغمگین ہوتا ہے اور اس کے باوجود وہ شہد اور گھی سے روٹی کھاتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے (کیونکہ جس کے دل کو سچ مچ غم لگا ہو اس کو لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا کیا موقعہ ہے)

عامر بن قیس فرماتے تھے جو دنیا میں زیادہ ہنسے گا وہ دوزخ میں زیادہ روئے گا۔

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ چالیس برس تک نہیں ہنسے حتیٰ کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔

وہیب بن انور فرماتے ہیں کہ اسراف سے خالی ہنسی وہ ہے جس سے صرف دانت کِھل جائیں اور آواز سنائی نہ دے اور اسراف سے خالی لباس وہ ہے جس سے ستر چھپ جائے اور گرمی سردی سے بچاؤ ہوجائے اور اسراف سے خالی کھانا وہ ہے جس سے بھوک رُک جائے اور پیٹ (پوری طرح) نہ بھرے۔

Idara Ghufran

عبدالعزیز بن ابی داوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خوش مزاجی نمودار ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ (سورہ حدید آیت ۱۶)

ترجمہ: کیا مسلمانوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد سے ڈر جائیں (ترجمہ ختم)

اس کے بعد انہوں نے خوش طبعی ترک کردی اور وہ ڈر گئے۔

حاصل ان باتوں کا یہ ہے کہ اللہ والوں اور غیر اللہ والوں میں یہ دو باتیں فرق اور امتیاز پیدا کرتی ہیں ایک آخرت کی طرف توجہ اور دوم آخرت کے ان مراحل وحالات کے لئے تیاری۔

ابوتراب بخشی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب آدمی گناہوں کے چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرلیتا ہے تو حق تعالیٰ کی مدد اسے ہر طرف سے ملتی ہے اور دل سیاہ ہوجانے کی تین نشانیاں ہیں ایک یہ کہ گناہ سے گھبراہٹ نہ ہو، دوسری یہ کہ اطاعت کی دل میں جگہ نہ ہو تیسری یہ کہ نصیحت دل میں اثر نہ کرے۔

ابومحمد مروزی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ابلیس پانچ خصلتوں کی وجہ سے بدبخت ہوا ایک تو اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا، دوسرے وہ اس پر نادم نہ ہوا، تیسرے اس نے اپنے اوپر ملامت نہ کی، چوتھے اس نے توبہ کی طرف سبقت نہ کی، پانچویں وہ خدا کی رحمت سے ناامید ہوگیا۔

احمد بن حرب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کیا گناہگار کے لئے توبہ کا وقت ابھی تک نہیں آیا کیونکہ اس کا گناہ رجسٹر میں درج ہے اور کل قبر میں وہ بے چین ہوگا اور اس کے سبب اسے دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جایا جائے گا۔

ابنِ اسماک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ کی فرمانبرداری میں ان فائدوں کے سوا اور کوئی فائدہ نہ بھی ہوتا کہ فرمانبردار بندے کے منہ پر نور، اور رونق ہوتی ہے، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے، اس کے اعضاء میں قوت ہوتی ہے اس کو اپنے نفس پر حدود وقصاص وتعزیر کا خطرہ نہیں ہوتا (یعنی بعض گناہوں کی دنیا کی عدالت میں ہی سزا مقرر ہے جیسے قتل کے گناہ میں قصاص، چوری کے گناہ میں ہاتھ کٹنا وغیرہ تو جو ان جرائم سے بچے گا وہ ان دنیوی سزاؤں سے اپنے نفس کو محفوظ پائے گا) اور لوگوں کے مقابلے میں اس کی گواہی جائز رکھی جاتی ہے (اسلام میں فاسق پاپی کی ایک سزا دنیوی اعتبار سے یہ بھی ہے کہ اس کی گواہی

قابل قبول نہیں ہوتی) تو یہ باتیں بھی گناہوں کے چھوڑنے کے لئے کافی تھیں (پھر جبکہ اطاعت و فرمانبرداری میں ان دنیوی فائدوں کے علاوہ قبر وآخرت کی زندگی میں نجات و جنت اور اللہ کے ہاں مقربیت وغیرہ جو ہمیشہ ہمیش کے انعامات ہیں وہ بھی ملیں گے تو پھر تو اور زیادہ شوق اللہ کی فرمانبرداری اور نیکوکاری والی زندگی اختیار کرنے کا ہونا چاہئے) اسی طرح اگر گناہ میں اس کے علاوہ اور کوئی خرابی نہ ہوتی کہ گناہ ونافرمانی کی وجہ سے چہرہ بے نور وبدرونق ہوجاتا ہے، دل میں ظلمت وتاریکی پیدا ہوجاتی ہے، اور گنہ گار کا تذکرہ لعنت و برائی کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی گواہی نامقبول ومردود ہوتی ہے (بوجہ فاسق ہونے کے) اور اس کو اپنے نفس پر حد، قصاص تعزیر وسزا کا خطرہ ہوتا ہے (جو گناہ دنیوی قانون میں بھی جرم ہیں ان کے ارتکاب پر دنیوی قانون کی روء سے قید وبند، حدوتعزیر وغیرہ کی سزا پائے گا) تو یہ امور بھی گناہ چھوڑنے کے لئے کافی تھے (پھر جبکہ ان دنیوی نقصانات وخرابیوں کے علاوہ گناہ کی وجہ سے قبر و آخرت کا عذاب، اور پھٹکار و ہلاکت میں بھی مبتلا ہونا یقینی ہے تو پھر گناہوں کا چھوڑنا کس قدر ضروری ہوجاتا ہے)

بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے تھے ایک زمانہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب لوگ پہاڑوں جیسے اعمالِ صالحہ کرتے تھے پھر بھی مزید اعمال کرنے سے حوصلہ اور ہمت نہ ہارتے اور سستی نہ دکھاتے (بلکہ جب تک جان میں جان ہوتی جان توڑ کر اعمال کرتے) اور ایک زمانہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے پاس نیک اعمال بالکل نہیں مگر باوجود اس کے تم سست ہو اور اعمال میں کوشش نہیں کرتے، اللہ کی قسم ہمارے اقوال تو تارک الدنیا لوگوں کے سے ہیں مگر ہمارے افعال واعمال سرکشوں اور منافقوں کے سے ہیں۔

خاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب تو اپنے رب کی نافرمانی کرے اور تو دیکھے کہ اس نافرمانی کے باوجود بھی خدا کی نعمت تجھ پر خوب ہو رہی ہے (اور جاری وساری ہے) تو اللہ کے اس برتاؤ سے ڈر کیونکہ یہ استدراج اور ڈھیل ہے (ڈھیل کی وجہ سے آدمی عموماً پوری طرح غافل ہوجاتا ہے اور عبرت نہیں پکڑتا نہ توبہ کرتا ہے اسی حالت میں جب مرتا ہے تو یہ پوری بربادی والا ہے اس طرح ڈھیل یعنی استدراج نعمت نہیں بلکہ غضب والی چیز ہے اس سے ڈرنا چاہئے)

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ جب عید کے روز قربانی کرتے تو فرماتے کہ اے اللہ آپ کی عزت وجلال کی قسم! اگر میں جانتا کہ اپنی جان قربان کرنے میں آپ کی رضامندی ہے تو میں آپ کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا

مالک بن دینار رحمہ اللہ نے بصرہ سے پیدل سفر حج اختیار کیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ سوار کیوں نہیں ہوتے؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا نافرمان اور بھاگا ہوا غلام اپنے آقا سے صلح کرنے کے لئے سوار ہو کر بھی جانا پسند کرے گا، بخدا اگر میں انگاروں پر چل کر مکہ جاؤں تو یہ بھی کم ہے۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری اس قدر روئے کہ بے ہوش ہوگئے، اس پر ایک غلام نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی پہلے تو ہم اپنے گناہوں پر روتے تھے، اور اب ہم اسلام پر روتے ہیں، کہ دیکھنا اسلام وایمان بھی سلامت رہتا ہے یا نہیں؟ اور فرماتے تھے کہ بسا اوقات آدمی بتوں کی پرستش کرتا ہے، مگر اللہ کے علم میں وہ اہلِ سعادت میں سے ہوتا ہے، اور بسا اوقات آدمی حد درجہ مطیع ہوتا ہے ہے مگر اللہ کے علم میں وہ اہلِ شقاوت میں سے ہوتا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بعض آدمی جنت کے لئے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر تقدیر الٰہی غالب آجاتی ہے، اور وہ جنت والے عمل چھوڑ کر دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے، اور دوزخ میں چلا جاتا ہے (آگے حدیث میں اسی طرح برے عمل کرنے والے کے متعلق بھی ہے، کہ وہ آخر وقت میں جنتیوں والے اعمال کرنے لگتا ہے) یہ وہ بات ہے کہ جس سے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

حماد بن زید رحمہ اللہ جب بیٹھتے تو اکڑوں بیٹھتے، اور اچھی طرح نہ بیٹھتے، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا کہ بھائی اطمینان کے ساتھ تو وہ شخص بیٹھ سکتا ہے، جو عذابِ خداوندی سے بے خوف ہو، اور میں رات دن کسی بھی وقت اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ مجھ پر عذاب نازل ہو۔

خاتم بن عبدالجلیل رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ عید کے دن اپنے متعلقین کو جمع کرتے اور سب کے سب ایک جگہ جمع ہو کر روتے، کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے کہ دنیا عید کو خوش ہوتی ہے مگر آپ روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں بندہ ہوں، جسے اللہ نے اطاعت کا حکم دیا اور نافرمانی سے منع کیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اطاعت کرنے اور نافرمانی سے بچنے کا حق ادا کر دیا ہے یا نہیں، عید کی خوشی تو ان لوگوں کو زیبا ہے، جن کو عذاب کا کھٹکا نہیں رہا۔

پس اے بھائی! تو ان باتوں کو خوب سمجھ لے اور خبردار! جب تجھ سے گناہ کئے ہوئے ایک عرصہ ہو جائے تو اس وقت بھی تو استغفار میں سستی نہ کرنا کیونکہ تجھے گناہ کا تو یقین ہے اور معافی مانگنے میں شبہ لہٰذا یقینی چیز کو شبہ کی بناء پر نظر انداز کرنا حماقت ہے اور رات دن استغفار کرتا رہ۔

(شیخ امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ کی کتاب تنبیہ المغترین سے انتخاب (ترجمہ احوال الصادقین)

پیارے بچو! حافظ محمد ناصر

بچو! دوستی کیسے لڑکوں سے کی جائے؟

پیارے بچو! بچے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا عورتیں، سب کا اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ کافی وقت گزرتا ہے۔ بچپن کے زمانے میں تعلیم حاصل کرنے سے پہلے بھی، تعلیم حاصل کرتے ہوئے بھی، اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی زندگی میں انسان کو مختلف دوستوں سے واسطہ پڑتا ہے، اس لیے ایک دوست کے اخلاق اور عادتوں کا اثر دوسرے دوست پر ضرور پڑتا ہے، اور انسان کا اپنے دوستوں، ساتھیوں سے متأثر ہونا لازمی چیز ہے۔ اگر ایک دوست میں اچھے اخلاق اور اچھی عادتیں ہوں گی، تو دوسرے دوست پر بھی اس کا اچھا اثر پڑے گا، اور اگر ایک دوست میں بُرے اخلاق اور بُری عادتیں ہوں گی، تو دوسرے دوست پر بھی ان بُرے اخلاق اور عادتوں کا بُرا اثر پڑے گا۔

بچو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بچوں میں بُری عادتیں اور بُرے اخلاق کیسے پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں؟ تو سنو، سب سے پہلے بچوں کے اخلاق اور عادتوں میں خرابی دوسرے بچوں سے ہی پیدا ہونا شروع ہوتی ہے، یہ سمجھنا کہ بُرے لڑکوں سے دوستی کر کے بھی اُن بُرے لڑکوں کی عادتوں سے بچا جا سکتا ہے، غلط ہے۔ اس لیے کہ ہر انسان کے اندر دوسروں کے اخلاق اور عادتوں سے متأثر ہونے کا مادہ ہوتا ہے، اس لیے ایک دوست کی عادتوں اور اخلاق کا اثر ضرور دوسرے دوست کی عادتوں اور اخلاق پر پڑتا ہے، اور یہ اثر اتنا آہستہ آہستہ دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس کا احساس دوسرے کو بھی نہیں ہوتا، لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انسان کو خود اپنے اندر تبدیلی نظر آ جاتی ہے۔

بچو! تمہیں بُرے لڑکے تو بہت زیادہ ملیں گے، اس لیے کہ ہمارے معاشرے میں بُرے لڑکوں کی کمی نہیں، تمہیں بھی کئی مرتبہ اپنے دوستوں کی بُرائیاں نظر آتی ہوں گی، تو اگر تم بُرے لڑکوں سے تعلق اور دوستی نہیں چھوڑو گے، تو آنے والے دِنوں میں تم بھی وہ بُرے کام کرو گے، جنہیں پہلے تم بُرا کہتے تھے۔

آج کل گلی، محلے میں آوارہ گردی کرنے والے لڑکوں کے تعلقات اور دوستیاں مختلف طرح کے لڑکوں سے ہوتی ہیں، اور اچھی عادتوں کی نسبت بُری عادتیں بہت جلدی بچوں کے اندر منتقل ہوتی ہیں، تو ان آوارہ گردی کرنے والے لڑکوں میں بہت زیادہ بُری عادتیں ہوتی ہیں۔

ویڈیو گیمیں کھیلنا، گالیاں دینا، جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، بدزبانی کرنا، لوگوں کو تکلیف دینا، تعلیم سے دل چُرانا، لوگوں کی چیزیں چوری کرنا، آوارہ گردیاں کرنا، بڑوں کے ساتھ بدتمیزی کرنا؛ اور آسانی کے لیے یہ

سمجھ لو کہ بُری عادتوں اور بُرے اخلاق میں سے مختلف طرح کی بُرائیاں ایسے بچوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے ایسے لڑکوں سے تعلقات اور دوستیاں کرنے سے نقصان ہوگا۔

بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دیکھ لے (اور غور وفکر کرلے) کہ وہ کیسے آدمی سے دوستی کر رہا ہے۔ [۱]

بچو! دوستی کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے کہ میرے دوست کی عادتیں بھی میرے اندر ضرور منتقل ہوں گی، اس لیے اچھے اخلاق اور اچھی عادتوں والے لڑکے سے تعلق رکھنے میں فائدہ اور بُرے اخلاق اور بری عادتوں والے لڑکے سے تعلق رکھنے میں نقصان ہے۔

بچو! اب تم سوچ رہے ہوگے کہ کچھ نہ کچھ بُرائیاں اور بُری عادتیں تو سارے بچوں اور بچیوں میں ہوتی ہیں، اس لیے بُری عادتوں اور بُرے اخلاق سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

تو اس کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی سے زیادہ گہری دوستی نہ کی جائے، اور گلی، محلے کے لڑکوں کے ساتھ زیادہ گھلنے ملنے سے بچا جائے، زیادہ وقت گھر میں ہی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گزارا جائے، اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلنے سے کم از کم باہر کے لڑکوں کی بُری عادتوں اور بُرے اخلاق سے تم بچے رہو گے۔ اسی طرح نیک اور دین دار اپنے بڑے بزرگوں کے پاس بھی کچھ دیر بیٹھنے سے اچھی اور کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اور بے وقوف، جاہل اور آوارہ لوگوں کے پاس بیٹھنے اور اُن کے ساتھ رہنے سے بھی بچنا چاہیے، اور دوستوں کے اخلاق اور عادتوں کا ایک دوسرے پر اثر کرنا صرف بچوں میں ہی نہیں پایا جا، بلکہ بچیوں میں بھی آپس میں ایک سہیلی کے اخلاق اور دوستی کا اثر دوسری سہیلی کے اخلاق اور عادتوں پر پڑتا ہے۔

بچو! اچھے لوگوں سے تعلق اور دوستی کرنے کا ایک فائدہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا ہے کہ:

آدمی اس کے ساتھ ہوگا، جس سے اس کو محبت ہے۔ [۲]

دنیا میں بھی آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے، اسی کے ساتھ رہتا ہے، اسی طرح فوت ہونے کے بعد بھی آدمی اُن کے ساتھ رہے گا، اس لیے اچھے آدمیوں سے تعلق اور دوستی یا محبت رکھنے میں دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے۔

---

[۱] ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۱۹۳۔

[۲] بخاری، حدیث نمبر ۵۷۰۲۔

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط ۵)

پردے کے تیسرے درجے کا ثبوت حدیث سے

معزز خواتین! پردے کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ چہرہ، ہتھیلیوں اور پاؤں کے علاوہ سارے بدن کو اجنبی مردوں سے موٹے اور ڈھیلے ڈھالے لباس اور چادر وغیرہ سے چھپا کر رکھا جائے۔ پردے کا یہ درجہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ دَخلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ يَا اَسْمَاءَ اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يَصْلَحْ لَهَا اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤد كتاب اللباس باب فيما تبدئ المرأة من زينتها ج۲ ص۲۱۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ان کی بہن) حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس وقت ان کے بدن پر باریک کپڑے تھے آپ ﷺ نے اُن سے منہ پھیر لیا اور (منہ پھیرے ہوئے) فرمایا کہ اے اسماء جب عورت حیض (کی عمر) کو پہنچ جائے (یعنی بالغ ہو جائے) تو اس کے لئے درست نہیں کہ اس (کے جسم) کا کوئی حصہ سوائے اس کے اور اس کے دکھائی دے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا (سنن ابوداؤد از مشکوٰۃ کتاب اللباس۔ الفصل الثالث)

تشریح: اس حدیث شریف سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱)......اتنا باریک لباس پہننا جس سے بدن دکھائی دیتا ہو، جائز نہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ

Idara Ghufran

وسلم نے حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما کے جسم پر باریک لباس دیکھ کر اپنا چہرہ مبارک اُن سے پھیر لیا جس سے حضور ﷺ کا اس عمل سے ناراض ہونا معلوم ہوا اور جس کام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوتے ہوں اس سے بچنا ہی ایمان کا اور رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے ہونے کا تقاضا ہے۔

لہٰذا اس حدیث کی رو سے مسلمان خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ باریک لباس پہننے سے بچیں۔

(۲)...... حیض آنے سے لڑکی شرعاً بالغ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ جب لڑکی کی عمر قمری سال کے اعتبار سے نو سال ہو جائے تو اس کے بعد جس دن بھی اسے حیض کا خون جاری ہو جائے گا وہ شرعاً بالغ سمجھی جائے گی کیونکہ حیض کا خون بلوغ سے پہلے کسی لڑکی کو نہیں آ سکتا۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ وغیرہ شارحین نے اس حدیث پاک میں 'المحیض' کے لفظ سے زمانہ بلوغ ہی مراد لیا ہے۔

(۳)...... بالغ ہونے پر انسان (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) شرعی احکام کا مکلّف (ذمہ دار) ہو جاتا ہے انہی احکام میں سے عورتوں کیلئے ایک حکم پردے کا بھی ہے جو حدیث بالا میں مذکور ہے۔

(۴)...... خواتین کو چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی سارے بدن کو موٹے اور ڈھیلے ڈھالے لباس اور چادر وغیرہ سے اس طور پر چھپا کر رکھنا ضروری ہے کہ جسم کا کوئی حصہ (لباس باریک ہونے کی وجہ سے یا چُست ہونے کی وجہ سے) دکھائی نہ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کیلئے ایسا باریک لباس پہننا کہ جس میں سے عورت کا بدن دکھائی دیتا ہو جائز نہیں۔

پردے کے تیسرے درجے کی تشریح

بعض حضرات کے قول کے مطابق اس حدیث پاک کی رو سے عورت کیلئے چہرہ اور ہتھیلیاں نہ چھپانا جائز ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر چہرہ اور ہتھیلیوں کو مستثنیٰ فرما کر باقی بدن کے دکھائی دینے کو ناجائز قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چہرہ اور ہتھیلیاں کھُلی رکھنا درست ہے۔

ایک ضروری وضاحت: یاد رہے کہ پردے کا یہ تیسرا درجہ اختلافی ہے۔ چنانچہ جمہور فقہائے کرام رحمہم اللہ تو اس درجے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک پردہ کے فقط دو ہی درجے ہیں اصل درجہ یہ کہ عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں ہی باپردہ ہو کر رہے۔ اور جب کبھی گھر سے باہر نکلنے کی واقعی ضرورت ہو تو دوسرے درجے کا پردہ اختیار کر کے یعنی سر سے لے کر پاؤں تک چہرے سمیت سارے جسم کو چھپا کر نکلے اور راستہ دیکھنے کیلئے ایک آنکھ کھُلی رکھے (کما ھو مروی عن ابن عباس رضی اللہ

عنهما فی تفسیر آیة الجلباب (ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی ج۱۲ص۸۹ وانوار البیان ج۷ص۲۹۴)
اسی لئے جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کے حرام ہونے پر متفق ہیں (**الا عند الاضطرار**) (احکام القرآن للتھانوی ج۳ص۴۶۶وص۴۶۷)
اور بعض حضرات جو اس تیسرے درجے کے پردے کے بھی قائل ہیں ان کے نزدیک بھی یہ درجہ ہر صورت میں اور ہر عورت کو اختیار کرنے کی مطلقاً (یعنی بغیر کسی شرط کے) اجازت نہیں ہے بلکہ اس درجے کے پردہ پر اکتفاء کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ عورت کو فتنے سے حفاظت کا یقین ہو یا چہرہ کھولنے کی کوئی شرعی مجبوری ہو چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اہل علم حضرات نے اسی صورت پر محمول کیا ہے (ملاحظہ ہو احکام القرآن للتھانوی ج۳ص۴۶۶)
اور جب فتنے کا اندیشہ ہو تو ان بعض حضرات کے نزدیک بھی چہرہ اور ہاتھ کھلے ہونے کی صورت میں اجنبی مردوں کے سامنے آجانا جائز نہیں ہے۔
اور فتنے سے حفاظت کا یقین ہونے سے مراد یہ ہے کہ کوئی مرد عورت کو نہ تو شہوت کے ارادے سے دیکھے اور نہ ہی دیکھتے ہوئے اسے لذت ومزہ آئے اور نہ اس عورت کی طرف اسے نفسانی میلان ہو۔
حاصل یہ ہے کہ جن حضرات نے چہرہ اور ہتھیلیوں کو پردے سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ان کے نزدیک بھی عورت کے یہ اعضاء پردے کے حکم سے صرف اس صورت میں مستثنیٰ ہیں جبکہ اس عورت کو پورا یقین ہو کہ جن اجنبی مردوں کے سامنے وہ چہرہ اور ہتھیلیاں کھول رہی ہے ان میں سے کوئی مرد اُس کو شہوت سے نہیں دیکھے گا اور نہ کسی مرد کے دل میں اس کی طرف میلان پیدا ہوگا۔اور ظاہر ہے کہ آج کل کے ماحول میں کسی عورت کو اس کا یقین تو درکنار وہم وخیال میں آنا بھی شاذ ونادر ہے کہ کوئی اجنبی مرد اس کے کھلے چہرے کو شہوت سے نہ دیکھے گا اور نہ کسی کے دل میں اس کی طرف میلان ہوگا۔اس لئے کہ طبیعتوں میں فساد غالب ہے۔اور عامۃ الناس کے مزاج نفسانی خواہشات کے تابع ہیں،شہوات کا غلبہ ہے۔تقویٰ ودینداری کا فقدان ہے اور بے حیائی عام ہے۔
اس لئے اب ان بعض حضرات کے نزدیک بھی چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی رکھنے کے جواز کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی رکھنا جائز نہیں رہا (**الا ان تضطر المرأة الیٰ کشف وجهها وکفیها للحاجة التی اعتبرها الشرع**) ﴿بقیہ صفحہ ۸٦ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

شرعی سفر کی مقدار کتنی ہے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی سفر کی مقدار کیا ہے، جس کی وجہ سے نماز میں قصر کا حکم ہوتا ہے؟ اور رمضان کا روزہ رکھنا ضروری نہیں رہتا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرعی اعتبار سے سفر کی کوئی مقدار مقرر نہیں، سفر لمبا ہو یا مختصر؟ بہر حال نماز قصر کرنے کا حکم ہوتا ہے، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی مفصل وضاحت فرمائیں۔ شکریہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

شرعی سفر کی ایک مقدار شریعت کی طرف سے مقرر اور طے شدہ ہے، اسی مقدار میں سفر کرنے سے انسان شرعاً مسافر بنتا ہے، اور اس پر سفر کے احکام لاگو ہوتے ہیں، مثلاً نماز کے قصر کا حکم ہوتا ہے، رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہوتی ہے، اور اس سے کم مسافت ومقدار کا سفر کرنے سے انسان شرعاً مسافر نہیں ہوتا، اور اس پر سفر کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

البتہ احادیث وروایات کے پیشِ نظر فقہائے کرام کا سفر کی مقدار کی تعیین میں اختلاف پیدا ہوا ہے، بعض فقہاء نے شرعی سفر کی مقدار کو زمانے کے ساتھ مقرر کیا، اور انہوں نے فرمایا کہ جس سفر میں اتنا وقت وزمانہ خرچ ہو تو وہ شرعی سفر ہے، اور اس سے کم وقت وزمانہ خرچ ہو تو وہ شرعی سفر نہیں۔

اور بعض فقہاء نے شرعی سفر کو ایک خاص فاصلہ کی مقدار کے ساتھ مقرر کیا، اور انہوں نے فرمایا کہ جس سفر میں یہ خاص مقدار طے ہو، وہ شرعی سفر ہے، اور اس سے کم فاصلہ کی مقدار شرعی سفر نہیں۔

چنانچہ فقہائے احناف نے شرعی سفر کی کم از کم مقدار تین دن اور تین رات کا زمانہ مقرر فرمایا، انہوں نے ان احادیث سے استدلال فرمایا جن میں ہر مسافر کے لئے تین دن وتین رات تک خفین (موزوں) پر مسح کا ذکر ہے، اور اسی مقدار کے سفر کے لئے عورت کو محرم کے بغیر سفر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اس مقدار کو سفر کے احکام میں دخل ہے۔

اور دیگر فقہائے کرام (امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) نے چار برید (یعنی اڑتالیس میل یا سواستتر کلومیٹر) کی مقدار کو مقرر فرمایا، کیونکہ جلیل القدر صحابۂ کرام سے صحیح سند کے ساتھ سفر کی یہ مقدار منقول ہے۔

فقہائے احناف کا استدلال اپنی جگہ معقولی دلیل پر مبنی تھا، لیکن بعد میں جب مختلف اقسام وانواع کی تیز ترین سواریاں ایجاد ہوئیں، اور (حضور ﷺ کے زمانے کے پیدل اور اونٹوں وغیرہ پر سفر کا سلسلہ ختم یا بہت کم ہو گیا) تو بعد کے فقہائے احناف نے اس پر غور کیا کہ سادہ دور میں تین دن اور تین رات میں کتنا سفر طے ہوتا تھا، تاکہ سفر کی مقدار کو لوگوں کے (ہر قسم کے سفر کے) لئے متعین کرنے میں سہولت ہو، اور ایسے حالات میں سب کے لئے یکساں حکم نکل آئے،، تو وہ غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ وہی چار برید کی مقدار ہے، جو صحابۂ کرام نے بیان فرمائی ہے، اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ احادیث میں حضور ﷺ نے شرعی سفر کی جو زمانی مقدار بیان فرمائی ہے، صحابۂ کرام نے اسی زمانی مقدار کو مکانی مقدار کے ساتھ متعین کر کے بیان فرمایا ہے، نیز صحابۂ کرام شرعی سفر کی مقدار خود اپنی عقل سے طے نہیں فرما سکتے تھے، یقیناً انہوں نے حضور ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں ہی یہ مقدار بیان فرمائی ہوگی، اور صحابۂ کرام کے ایسے ارشادات حضور ﷺ کی مرفوع حدیث کا درجہ رکھتے ہیں۔

لہٰذا جس طرح تین دن و تین رات کی زمانی مقدار احادیث سے ثابت ہے، اسی طرح چار برید (یعنی ۴۸ میل) کی مکانی مقدار بھی احادیث سے ثابت ہے۔

لہٰذا آج کل کے دور میں جو شخص بھی جہاز، ریل، بس یا کسی بھی ذریعہ سے کم از کم چار برید (یعنی ۴۸ میل یعنی سواستتر کلومیٹر) کی مقدار کے فاصلہ کے سفر کی نیت سے اپنے اقامت والے مقام کی حدود سے باہر نکل جائے گا تو اس پر شرعی سفر کے احکام جاری ہونگے۔

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ایک برید چار فرسخ کی مسافت کا اور ایک فرسخ تین میل کی مسافت کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے چار برید سولہ فرسخ کے اور سولہ فرسخ اڑتالیس میل کے برابر ہوئے (کذا فی جواہر الفقہ ج۱ص ۴۳۴)

اور اڑتالیس (۴۸) میل کی مقدار موجودہ رائج حساب سے تقریباً سواستتر کلومیٹر بنتی ہے۔

اور گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ شرعی سفر کی مقدار کے متعین ہونے پر جس طرح احادیث

وروایات موجود ہیں، اسی طرح شرعی سفر کی مقدار کے متعین ہونے پر چاروں فقہائے کرام کا اجماع واتفاق ہو چکا ہے (وہ الگ بات ہے کہ مقدار کی نوعیت کے متعین کرنے میں اختلاف ہو)

لہٰذا ان احادیث وروایات اور اجماع واتفاق کے ہوتے ہوئے بعض حضرات کا شرعی سفر کی مقدار متعین ہونے کا انکار کرنا درست نہیں۔

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)......حضرت شریح بن ھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَتَیْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَتْ عَلَیْکَ بِابْنِ أَبِی طَالِبٍ فَسَلْهُ فَإِنَّهُ کَانَ یُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ وَلَیَالِیَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَیَوْمًا وَلَیْلَةً لِلْمُقِیمِ (مسلم حدیث نمبر ۴۱۴، مسند احمد حدیث نمبر ۷۱۰، مستخرج ابوعوانة حدیث نمبر ۵۵۷)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارہ میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ تم ابن ابی طالب (خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات مقرر فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ فِی الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ وَلَیَالِیَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَلِلْمُقِیمِ یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ (صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۱۳۲۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لئے تین دن تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن النبی وقت فی المسح علی الخفین للمقیم یوما ولیلة وللمسافر ثلاثة

أیام ولیالیھن(المعجم الاوسط للطبرانی ، حدیث نمبر ۱۴۳۲)

ترجمہ: نبی ﷺ نے خفین (یعنی موزوں) پرمسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن،ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن،تین رات مقرر فرمائی(ترجمہ ختم)

(۴)......امام طحاوی رحمہ اللہ اس قسم کی روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

فَهٰذِهِ الْآثَارُ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ (شرح معانی الآثار، باب المسح علی الخفین)

ترجمہ: یہ آثار رسول اللہ ﷺ سے کثرت وتواتر کے ساتھ منقول ہیں،کہ رسول اللہ ﷺ نے خفین (چمڑے کے موزوں) پرمسح کے لئے مسافر کے حق میں تین دن تین رات اور مقیم کے حق میں ایک دن ایک رات کی مدت مقرر فرمائی(ترجمہ ختم)

فائدہ: ان احادیث میں حضور ﷺ نے ہر مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک خفین (موزوں) پرمسح کا حکم بیان فرمایا ہے۔

اور یہ بات ممکن نہیں کہ مسافر تین دن اور تین رات تک خفین پرمسح کرے،مگر سفر کی مدت اس سے کم ہو، اس سے ظاہر ہوا کہ شریعت کی نظر میں کم ازکم تین دن ورات کے سفر کا اعتبار ہے،اسی سے مسافر پر سفر کا حکم لگتا ہے،اور اس سے کم پرنہیں لگتا۔

(ان احادیث سے استدلال پر محدثین وفقہاء کے ارشادات آگے عربی عبارات شق الف ملاحظہ فرمائیں)

(۵)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ(بخاری حدیث نمبر ۱۰۲۴)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہ سفر کرے عورت تین دن کا محرم کے بغیر(ترجمہ ختم)

(۶)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا(مسلم حدیث نمبر ۲۳۸۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی بھی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوْ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا (مسلم حديث نمبر ۲۳۹۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی ایسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن یا تین رات سے زیادہ مسافت کرے، مگر اس حال میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی اور محرم اس کے ساتھ ہو (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان احادیث میں حضور ﷺ نے عورت کو تین دن وتین رات کی مقدار کے سفر کو بغیر محرم کے کرنے سے منع فرمایا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مدت کے سفر کو شرعی حکم میں دخل ہے، جس طرح سے کہ تین دن ورات تک موزوں پر مسح کے عمل کو دخل ہے، لہٰذا شرعی سفر کی مقدار تین دن وتین رات کا عرصہ ہے

(ان احادیث وروایات سے استدلال پر محدثین وفقہاء کا کلام آگے عربی عبارات شق ب میں ملاحظہ فرمائیں)

(۸)......حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سألت عبد الله بن عمر رضى الله عنهما إلى كم تقصر الصلاة ؟ فقال : أتعرف السويداء ؟ قال :قلت لا ، ولكني قد سمعت بها ، قال :هي ثلاث ليال قواصد ، فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلاة قال محمد :وبه نأخذ ، وهو قول أبي حنيفة رضى الله عنه (الآثار لمحمد بن الحسن ،حديث نمبر ۱۹۱، باب الصلاة فى السفر، الى كم تقصر الصلاة)

وفى آثار السنن:واسناده صحيح اه (۲: ۲۲)قلت رجاله ثقات من رجال الصحيحين (اعلاء السنن ج ۷ ص ۲۷۴)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز قصر کرنی چاہئے، آپ نے فرمایا سویداء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جانتا تو نہیں، لیکن اس کے بارے میں سنا ہے، فرمایا وہ تین راتوں کی مسافت پر ہے، جب ہم وہاں جاتے ہیں تو نماز قصر

کرتے ہیں، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جس مسافت میں تین راتیں خرچ ہوں، وہ سفرِ شرعی ہے۔

(۹)......حضرت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ:

سمعت سوید بن غفلة الجعفی یقول اذا سافرت ثلاثا فاقصر (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۳۰۳، کتاب الحجة ج ا ص ۱۶۸ ،باب صلاۃ المسافر)

ترجمہ: میں نے سوید بن غفلہ جعفی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تو تین دن کا سفر کرے تو قصر کر (ترجمہ ختم)

(۱۰)......حضرت محمد بن یزید فرماتے ہیں کہ:

قال عمر : تقصر الصلاۃ فی مسیرۃ ثلاث لیال (تھذیب الآثار للطبری حدیث نمبر ۱۰۲۷ ،کنزالعمال حدیث نمبر ۲۲۷۰۰ ،بحوالہ ابن النجار)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر جائز ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان روایات سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ شرعی مسافت کی مقدار تین رات دن کی مسافت ہے۔

ملحوظ رہے کہ جن روایات میں راتوں کا ذکر ہے، ان میں دن بھی داخل ہے، اور جن میں دن کا ذکر ہے، ان میں رات بھی داخل ہے، لہٰذا ان روایتوں میں باہم کوئی ٹکراؤ نہیں (کما لا یخفٰی علی اہل العلم)

ان روایات سے شرعی سفر کی مسافتِ زمانی ثابت ہوئی، اور آگے آنے والی روایات سے مسافتِ مکانی کا ثبوت ہوتا ہے۔

(۱۱)......چنانچہ حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ رَكِبَ إِلَى رِيمٍ فَقَصَرَ الصَّلَاةَ فِي مَسِيرِهِ ذَلِكَ ،قَالَ مَالِكٌ وَذَلِكَ نَحْوٌ مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ (مؤطا امام مالک حدیث نمبر ۳۰۷،معرفة السنن والآثار للبیہقی حدیث نمبر ۱۶۳۷ ، السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۵۵۹۹)

ترجمہ: انہوں نے ''ریم'' تک سفر کیا، تو اپنے اس سفر کے دوران قصر کیا، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ریم'' (مدینہ منورہ سے) تقریباً ۴ برید (یعنی ۴۸ میل) کے فاصلہ پر ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: پیچھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ شرعی سفر کی زمانی اور وقتی مقدار کا تین رات ہونا معلوم ہو چکا ہے، اور یہاں صحیح سند کے ساتھ شرعی سفر کی مکانی ومقامی مقدار کا چار برید ہونا معلوم ہوا۔

دونوں میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ ایک جگہ سفر کی مقدار زمانی نوعیت کے ساتھ اور دوسری جگہ مکانی نوعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ان کے عمل کی اور ان کا عمل ان کے ارشاد کی تشریح کر رہا ہے۔

(۱۲)......حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے ایک اور سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَكِبَ إِلَى ذَاتِ النُّصُبِ فَقَصَرَ الصَّلَاةَ فِي مَسِيرِهِ ذَلِكَ، قَالَ مَالِكٌ وَبَيْنَ ذَاتِ النُّصُبِ وَالْمَدِينَةِ أَرْبَعَةُ بُرُدٍ (مؤطا امام مالک حدیث نمبر ۳۰۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی حدیث نمبر ۱۶۳۶، السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۵۵۹۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ''ذاتِ نصب'' تک سفر کیا، تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ اور ذاتِ نصب کے درمیان ۴ برید (یعنی ۴۸ میل) کا فاصلہ ہے (ترجمہ ختم)

(۱۳)......اور امام ابنِ ابی شیبۃ حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ لَهُ بِذَاتِ النُّصُبِ فَقَصَرَ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، باب فی مسیرۃ کم یقصر الصلاۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کی طرف سفر کے لئے نکلے جو ذاتِ نصب میں تھی، تو آپ نے قصر کیا، مدینہ سے اس کا فاصلہ ۱۶ فرسخ (یعنی ۴۸ میل) تھا (ترجمہ ختم)

(۱۴)......امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب اس طرح قائم فرمایا ہے:

بَاب فِی کَمْ یَقْصُرُ الصَّلَاۃَ

''یعنی یہ باب اس بارے میں ہے کہ کتنی مسافت پر نماز قصر کی جائے گی''

اوراس کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُمْ یَقْصُرَانِ وَیُفْطِرَانِ فِی أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِیَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا(بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نماز میں قصر کرتے تھے، اور روزہ افطار کرتے تھے (یعنی روزہ نہیں رکھتے تھے) ۴ برید پر جو ۱۶ فرسخ کے ہوتے ہیں (اور یہ ۴۸ میل کا فاصلہ بنتا ہے) (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا جو مقام ہے، وہ بالکل ظاہر ہے، ان سے صحیح سند کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ وہ چار برید یعنی سولہ فرسخ پر (جو کہ ۴۸ میل بنتے ہیں) نماز قصر کیا کرتے تھے، اور روزہ چھوڑا کرتے تھے۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک شرعی سفر کی مکانی مقدار چار برید ہے۔

(۱۵)......جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ کَانَا یُصَلِّیَانِ رَکْعَتَیْنِ ، وَیُفْطِرَانِ فِی أَرْبَعَةِ بُرُدٍ فَمَا فَوْقَ ذَلِکَ (السنن الکبریٰ للبیهقی حدیث نمبر ۵۶۰۳، باب السَّفَرِ الَّذِی تُقْصَرُ فِی مِثْلِهِ الصَّلَاۃُ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور روزہ افطار کرتے تھے، چار یا اس سے زیادہ برید پر (ترجمہ ختم)

(۱۶)......اور ابنِ ابی شیبۃ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ:

قُلْت لابْنِ عَبَّاسٍ أَقْصُرُ إلَی عَرَفَةَ ؟ فَقَالَ :لاَ قُلْت :أَقْصُرُ إلَی مَرٍّ ؟ قَالَ :لاَ قُلْت أَقْصُرُ إلَی الطَّائِفِ وَإِلَی عُسْفَانَ ؟ قَالَ نَعَمْ وَذَلِکَ ، ثَمَانِیَةٌ وَأَرْبَعُونَ مِیلاً وَعَقَدَ بِیَدِهِ(مصنف ابنِ ابی شیبة،باب فی مسیرة کم یقصر الصلاة)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرفہ کی مسافت میں قصر کرسکتا ہوں؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا کہ ''مرّ'' کی مسافت میں قصر کرسکتا ہوں؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا کیا طائف اور عسفان کی مسافت میں قصر کرسکتا ہوں؟ فرمایا ہاں! ان کی مسافت اڑتالیس میل ہے، ہاتھ سے گرہ لگا کر (شمار کرکے) دکھایا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ اڑتالیس میل (یعنی وہی چار برید) سے کم مسافت پر نماز قصر نہیں ہوتی، خواہ مکہ کا باشندہ عرفات تک ہی کیوں نہ چلا جائے (اس زمانے میں عرفات کا میدان کم از کم نو میل کے فاصلہ پر تھا، اور مزدلفہ اس سے بھی کم اور منیٰ اس سے بھی کم فاصلہ پر تھا، اور اب عرفات تک مکہ کی آبادی پہنچ گئی ہے)

(۱۷)......مصنف عبدالرزاق میں حضرت عطاء کی اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

سألت ابن عباس أقصر الصلاة إلى عرفة ؟ قال :لا ، قلت :إلى منى ؟ قال : لا ، ولكن إلى جدة وإلى عسفان وإلى الطائف، فإن قدمت على أهل لك أو على ماشية فأتم الصلاة (مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۴۲۹۷)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا میں میدانِ عرفات تک (سفر کی صورت میں) نماز قصر کروں گا؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے سوال کیا کہ کیا منیٰ کے میدان تک (سفر کی صورت میں) قصر کروں گا؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ جدّہ اور عسفانؔ اور طائفؔ تک سفر (میں قصر کریں گے) پھر اگر آپ اپنے گھر والوں یا جانوروں کے پاس آجائیں گے تو پھر پوری نماز پڑھیں گے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ تھا کہ مکہ سے عرفات تک (جو کہ اس وقت مکہ سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر تھا) اور منیٰ تک (جو کہ اس وقت مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا) نماز قصر نہیں پڑھیں گے، البتہ جدّہ، عسفانؔ اور طائف کا سفر کریں گے تو نماز قصر کریں گے۔

(اور پہلے گزر چکا کہ عسفان وغیرہ تک کا فاصلہ چار برید یعنی اڑتالیس میل بنتا ہے) اور جب اپنے گھر یا جانوروں کے باڑے میں پہنچ جائیں تو بھی پوری نماز پڑھیں گے، کیونکہ اپنے گھر اور اقامت والی جگہ

پہنچنے سے سفر ختم ہو جاتا ہے، اور انسان مقیم ہو جاتا ہے۔

(۱۸)......اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ:

لا تقصر إلى عرفة وبطن نخلة وأقصر إلى عسفان والطائف وجدة فإذا قدمت على أهل أو ماشية فأتم (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۲۸، باب فی الصلاة بین المغرب والعشاء)

ترجمہ: عرفہ اور بطنِ نخلہ (مقام تک) سفر کی صورت میں قصر نہ کرو، اور قصر کرو عسفان، طائف اور جدہ تک سفر کی صورت میں، پھر اگر آپ اپنے گھر والوں یا جانوروں (کے رہنے والی جگہ) کے پاس آ جائیں گے تو پھر پوری نماز پڑھیں گے (ترجمہ ختم)

فائدہ: بطنِ نخلہ بھی مکہ سے چار برید سے کم کے فاصلہ پر واقع تھا۔ [۱]

(۱۹)......اور ابنِ ابی شیبة حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس طرح روایت فرماتے ہیں کہ:

قلت لابن عباس أقصر بعرفة قال لا (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۰، باب فی الصلاة بین المغرب والعشاء)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا میں میدانِ عرفات تک (سفر کی صورت میں) نماز قصر کروں گا؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، (ترجمہ ختم)

(۲۰)......اور مصنف عبدالرزاق میں یحییٰ بن کثیر سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

سأل رجل ابن عباس فقال :أقصر الصلاة إلى منى ؟ قال :لا ، قال فإلى عرفة ؟ قال :لا ، قال :فإلى الطائف ؟ قال :نعم (مصنف عبدالرزاق، باب فی کم یقصر الصلاة،حدیث نمبر ۴۲۹۸) [۲]

ترجمہ: ایک شخص نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا میں منیٰ کے میدان تک (سفر کی

---

[۱] قال ابن حجر فوق بطن نخلة بنحو يوم إذ هي على مرحلتين من مكة وبطن نخلة على مرحلة ذكره ابن حجر(مرقاة، باب رؤية الهلال)

[۲] وإسناده صحيح وذكره مالک فی الموطأ عن بن عباس بلاغا (تلخيص الحبير، كتاب صلاة المسافرين)

صورت میں) قصر کروں گا؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، اس نے پھر پوچھا کہ میدانِ عرفات تک (سفر کی صورت میں)؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، اس نے پوچھا کہ طائف تک (سفر کی صورت میں)؟ تو آپ (ابنِ عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہاں (یعنی طائف تک سفر کی صورت میں قصر کرو گے) (ترجمہ ختم)

بعض روایات کی سند میں انفرادی طور پر ضعف کا امکان موجود ہے، لیکن بعض روایات سند کے اعتبار سے بالکل صحیح وقوی ہیں، اور محدثین کے فیصلہ کے مطابق ضعیف احادیث بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قوت کا فائدہ دیتی ہیں، اور جب ضعیف کی قوی احادیث سے تقویت ہوجائے تو پھر ان کا ضعف ختم ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، نیز جب فقہائے کرام کسی انفرادی ضعیف حدیث سے بھی استدلال کریں تو اس کا ضعف دور ہوجاتا ہے، اور جہاں قوی احادیث بھی ہوں اور تعداد میں بھی ایک سے زیادہ ہوں اور استدلال کرنے والے متعدد فقہائے کرام ہوں تو پھر تو کسی قسم کے شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہونی چاہئے۔ البتہ اگر کسی کو نعوذ باللہ تعالیٰ صحابۂ کرام کی شخصیت پر اعتماد نہ ہو تو الگ بات ہے۔

(۲۱)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ يَا أَهْلَ مَكَّةَ لاَ تَقْصُرُوا الصَّلاَةَ فِي أَدْنَى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى عُسْفَانَ (سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۴۶۳، باب قَدْرِ الْمَسَافَةِ الَّتِى تُقْصَرُ فِى مِثْلِهَا صَلاَةٌ وَقَدْرِ الْمُدَّةِ، واللفظ لهٔ، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۱۱۶۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ تم چار برید سے کم کے سفر میں قصر نہ کیا کرو، چار برید (۴۸میل) مکہ سے عسفان تک ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس حدیث کے مرفوع ہونے میں محدثین کو کلام ہے۔ ۱

---

۱ وفی اعلاء السنن:

قلت: وقد روى ذالک عن ابن عباس مرفوعا ایضا بلفظ يَا أَهْلَ مَكَّةَ لاَ تَقْصُرُوا الصَّلاَةَ فِي أَدْنَى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى عُسْفَانَ ،رواه الطبرانی فی الکبیر من روایة ابن مجاهد عن أبیه وعطاء ،قال الهیثمی: ولم أعرفه وبقیة رجاله ثقات اه من مجمع الزوائد (۱:۲۰۵)

قلت: اخرجه الدارقطنی ایضا (۱:۱۴۸) بطریق اسماعیل بن عیاش عن عبد الوهاب بن مجاهد عن ابیه وعطاء بن ابی رباح ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تک اس کی سند صحیح اور مختلف طریقوں سے پہنچی ہوئی ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ایسی بات عقل سے نہیں کہہ سکتے، لہٰذا اس کے موقوف ہونے کے باوجود بھی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مرفوع حدیث کا درجہ رکھتا ہے، بالخصوص جبکہ اس سے جمہور نے استدلال بھی کیا ہے۔

بہر حال مذکورہ احادیث وروایات سے چاروں فقہائے کرام کے استدلالات کا صحیح ہونا معلوم ہوگیا۔

(فقہائے کرام کے ارشادات آگے عربی عبارات شق ج میں ملاحظہ فرمائیں)

(......عربی عبارات شق الف......)

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أعلم أن السفر لغة قطع المسافة وليس كل قطع تتغير به الأحكام من جواز الإفطار وقصر الرباعية ومسح ثلاثة أيام ولياليها على الخف فعم النبى برخصة المسح ثلاثة أيام جنس المسافرين لأن اللام فى المسافر للإستغراق لعدم المعهود المعين ومن ضرورة عموم الرخصة الجنس حتى أنه يتمكن كل مسافر من مسح ثلاثة أيام لكل سفر فالحاصل أن كل مسافر يمسح ثلاثة أيام فلو كان السفر الشرعى أقل من ذلک لثبت مسافر لا يمكنه مسح ثلاثة أيام وقد كان كل مسافر يمكنه ذلک ولأن الرخصة كانت منتفية بيقين فلا تثبت إلا بيقين ما هو سفر فى الشرع وهو فيما عيناه إذا لم يقل أحد بأكثر منه(مرقاة، باب المسح على الخفين)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

أنه عليه الصلاة والسلام قال يمسح المسافر ثلاثة أيام فعم بالرخصة وهى

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابن عباس مرفوعا اه ،وعبدالوهاب هذا، قال الحافظ التقريب:متروک.وكذبه الثورى من السابعة اه(ص.۱۳۴)واسماعيل بن عياش روايته عن الحجازيين ضعيفة عند عامة المحدثين كما مر غير مرة،فالمرفوع ضعيف، وضعفه الحافظ فى الفتح ايضا(۲ :۴۲۷)نعم صح ذالک عن ابن عباس من قوله (اعلاء السنن ج ۷ ص ۲۸۳ ،ابواب صلاة المسافر،باب مسافة القصر)
(کذا فی جواہر الفقہ ج ا ص ۴۳۷)

مسح ثلاثة أيام الجنس أى جنس المسافرين لأن اللام فى المسافر للإستغراق لعدم المعهود المعين ومن ضرورة عموم الرخصة الجنس حتى أنه يتمكن كل مسافر من مسح ثلاثة أيام عموم التقدير بثلاثة أيام لكل مسافر فالحاصل أن كل مسافر يمسح ثلاثة أيام فلو كان السفر الشرعى أقل من ذلک لثبت مسافر لا يمكنه المسح ثلاثة أيام وقد كان كل مسافر يمكنه ذلک ولأن الرخصة كانت منتفية بيقين فلا تثبت إلا بيقين ما هو سفر فى الشرع وهو فيما عيناه إذ لم يقل أحد بأكثر منه (مرقاة ، باب صلاة المسافر)

بدائع الصنائع میں ہے:

مَا رُوِیَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :(يَمْسَحُ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً ، وَالْمُسَافِرُ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا) جَعَلَ لِكُلِّ مُسَافِرٍ أَنْ يَمْسَحَ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا وَلَنْ يُتَصَوَّرَ أَنْ يَمْسَحَ الْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا وَمُدَّةُ السَّفَرِ أَقَلُّ مِنْ هَذِهِ الْمُدَّةِ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة،فصل بيان مايصير به المقيم مسافرا)

البحر الرائق میں ہے:

(قَوْلُهُ عَمَّ الرُّخْصَةُ) أَیْ مَسَحَ ثَلَاثَةَ أَيَّامِ الْجِنْسِ أَیْ جِنْسَ الْمُسَافِرِينَ ؛ لِأَنَّ اللَّامَ فِی الْمُسَافِرِ لِلاسْتِغْرَاقِ لِعَدَمِ الْمَعْهُودِ الْمُعَيَّنِ وَمِنْ ضَرُورَةِ عُمُومِ الرُّخْصَةِ الْجِنْسَ عُمُومُ التَّقْدِيرِ بِثَلاثَةِ أَيَّامٍ لِكُلِّ مُسَافِرٍ (قَوْلُهُ وَتَمَامُ تَحْقِيقِهِ إلَخْ) حَاصِلُهُ أَنَّ كُلَّ مُسَافِرٍ يَمْسَحُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَلَوْ كَانَ السَّفَرُ الشَّرْعِیُّ أَقَلَّ مِنْ ذَلِکَ لَثَبَتَ مُسَافِرٌ لا يُمْكِنُهُ مَسْحُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ ، وَقَدْ كَانَ كُلُّ مُسَافِرٍ يُمْكِنُهُ ذَلِکَ ، ثُمَّ اُعْتُرِضَ هَذَا الدَّلِيلُ بِأَنَّهُ قَدْ يُقَالُ الْمُرَادُ الْمُسَافِرُ إذَا كَانَ سَفَرُهُ يَسْتَوْعِبُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ :وَلَا يُقَالُ إنَّهُ احْتِمَالٌ يُخَالِفُهُ الظَّاهِرُ فَلَا يُصَارُ إلَيْهِ ؛ لِأَنَّا نَقُولُ قَدْ صَارُوا إلَيْهِ فِيمَا إذَا بَكَّرَ الْمُسَافِرُ فِی الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَمَشَى إلَى وَقْتِ الزَّوَالِ ، ثُمَّ فِی الثَّانِی وَالثَّالِثِ كَذَلِکَ فَبَلَغَ الْمَقْصِدَ فَإِنَّهُ مُسَافِرٌ

عَلَى الصَّحِيحِ ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْمَسْحُ تَمَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ؛ لِأَنَّهُ صَارَ مُقِيمًا ، وَإِنْ قَالُوا بَقِيَّةُ كُلِّ يَوْمٍ مُلْحَقَةٌ بِالْمُنْقَضِي لِلْعِلْمِ بِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَخَلُّلِ الِاسْتِرَاحَاتِ لَا يَخْرُجُ بِذَلِكَ مِنْ أَنَّ مُسَافِرًا مَسَحَ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَإِنَّ عَصْرَ الْيَوْمِ الثَّالِثِ لَا يُمْسَحُ فِيهِ فَلَيْسَ تَمَامُ الثَّالِثِ مُلْحَقًا بِأَوَّلِهِ شَرْعًا لِعَدَمِ الرُّخْصَةِ فِيهِ، وَلَا هُوَ سَفَرٌ حَقِيقَةً فَظَهَرَ أَنَّهُ إنَّمَا يَمْسَحُ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إذَا كَانَ سَفَرُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، وَهُوَ عَيْنُ الِاحْتِمَالِ الْمَذْكُورِ مِنْ أَنَّ بَعْضَ الْمُسَافِرِينَ لَا يَمْسَحُهَا

(البحر الرائق، باب صلاة المسافر)

اعلاء السنن میں ہے:

وحاصلهما قال الشيخ ان الحديث يدل على ان من اراد قطع مسيرة ثلاثة ايام ولياليها فهو مسافر حتما عندالشارع ،وله رخصة المسح ثلاثة ايام ولياليها والا لم يكن لذكر الثلاث معنى ،واماان قاصد مسافة يوم اويومين مسافر عندالشارع، وله رخصة المسح ثلاثة ايام ولياليها ،فمشكوك ليس فى الحديث دلالة على عموم الرخصة له، ولا على كونه مسافرا شرعا ،والرخصة كانت منتفية بيقين ، فلا تثبت الا بيقين ، وكذا كون الرجل مسافرا ، كان منتفيا بيقين ،فلايكون مسافرا مستحق هذه الرخصة الا بيقين، وليس ذالک الا فيما عيناه لكون الشارع قد نص على الثلاثة للمسافر، فمريد مسافة الثلاثة مسافر باليقين، ولذا لم يقل احد باكثر منه ، فلايكون مسافرا بارادة مسافة اقل منها للشک (اعلاء السنن ج۷ص ۲۶۹،۲۷۰ ابو اب صلاة المسافر، باب مسافة القصر)

تبیین الحقائق میں ہے:

قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يَمْسَحُ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً ، وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا) ، وَوَجْهُ التَّمَسُّکِ بِهِ أَنَّهُ يَقْتَضِي أَنَّ كُلَّ مَنْ صَدَقَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مُسَافِرٌ شُرِعَ لَهُ مَسْحُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إذِ اللَّامُ فِي قَوْلِهِ ، وَالْمُسَافِرُ لِلِاسْتِغْرَاقِ كَمَا فِي

جَانِبِ الْمُقِيمِ ، وَلَا يُتَصَوَّرُ ذَلِكَ إِلَّا إِذَا قَدَّرَ أَقَلَّ مُدَّةِ السَّفَرِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ؛ لِأَنَّهُ لَوْ قَدَّرَ بِأَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ لَا يُمْكِنُهُ اسْتِيفَاءُ مُدَّتِهِ لِانْتِهَاءِ سَفَرِهِ فَاقْتَضَى تَقْدِيرُهُ بِهِ ضَرُورَةً وَإِلَّا لَخَرَجَ بَعْضُ الْمُسَافِرِينَ عَنْهُ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِثَلَاثِ مَرَاحِلَ ، وَهُوَ قَرِيبٌ مِنَ الْأَوَّلِ ؛ لِأَنَّ الْمُعْتَادَ فِي السَّيْرِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرْحَلَةٌ خُصُوصًا فِي أَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ وَقِيلَ :إِنَّهُ مُعْتَبَرٌ بِالْفَرَاسِخِ فَقُدِّرَ بِأَحَدٍ وَعِشْرِينَ فَرْسَخًا وَقِيلَ :بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَقِيلَ بَخَمْسَةَ عَشَرَ (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر)

(......عربی عبارات شق ب......)

بدائع الصنائع میں ہے:

(لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ مَحْرَمٍ أَوْ زَوْجٍ) فَلَوْ لَمْ تَكُنِ الْمُدَّةُ مُقَدَّرَةً بِالثَّلَاثِ لَمْ يَكُنْ لِتَخْصِيصِ الثَّلَاثِ مَعْنًى ، وَالْحَدِيثَانِ فِي حَدِّ الِاسْتِفَاضَةِ وَالِاشْتِهَارِ فَيَجُوزُ نَسْخُ الْكِتَابِ بِهِمَا إِنْ كَانَ تَقْيِيدُ الْمُطْلَقِ نَسْخًا مَعَ مَا أَنَّهُ لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِي الْآيَةِ ؛ لِأَنَّ الضَّرْبَ فِي الْأَرْضِ فِي اللُّغَةِ :عِبَارَةٌ عَنِ السَّيْرِ فِيهَا مُسَافِرًا ، يُقَالُ ضَرَبَ فِي الْأَرْضِ أَيْ :سَارَ فِيهَا مُسَافِرًا ، فَكَانَ الضَّرْبُ فِي الْأَرْضِ عِبَارَةً عَنْ سَيْرٍ يَصِيرُ الْإِنْسَانُ بِهِ مُسَافِرًا لَا مُطْلَقَ السَّيْرِ ، وَالْكَلَامُ فِي أَنَّهُ هَلْ يَصِيرُ مُسَافِرًا بِسَيْرٍ مُطْلَقٍ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ الْمُدَّةِ ؟ وَكَذَا مُطْلَقُ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ يَقَعُ عَلَى سَيْرٍ يُسَمَّى سَفَرًا ، وَالنِّزَاعُ فِي تَقْدِيرِهِ شَرْعًا وَالْآيَةُ سَاكِتَةٌ عَنْ ذَلِكَ وَقَدْ وَرَدَ الْحَدِيثُ بِالتَّقْدِيرِ فَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهِ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة،فصل بيان مايصير به المقيم مسافرا)

اور اعلاء السنن میں ہے:

وبهذا اندفع ماقاله حافظ وصاحب الجوهر النقى ايضا ان الحديث ماسيق لاجل بيان مسافة القصر بل لنهى المرأة عن الخروج وحدها ففى الاستدلال به نظر ، لانا نقول طريق الاستدلال بالنص لاتنحصر فى

الاستدلال بعبارته، بل یعم طرقا سواها من الاستدلال بدلالته واشارته واقتضائه ایضا، فلو سلمنا انه سیق لاجله ماذکرتموه ، فهو یدل بعبارته علی کون المسافرة مختصة بهذاالحکم دون المقیمة ایضا لکون النهی مقیدا بالمسافرة کمالایخفیٰ، فلما قید السفر بان یکون ثلاثة ایام فصاعدا دل بمفهومه علی ان مادون ذالک لیس بسفر، فتم الاستدلال به علی حد السفر، وهو المطلوب (اعلاء السنن ج۷ص ۲۷۵،۲۷۶، ابواب صلاۃ المسافر، باب مسافة القصر)

(......عربی عبارات شق ج......)

امام ابنِ منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من سافر مسيرة أربعة برد فله أن يقصر الصلاة ، كذلک قال مالک ، والشافعي ، وأحمد ، وإسحاق ، واحتجوا بالأخبار التی رويت عن ابن عمر ، وابن عباس ، من ذلک :أن ابن عمر ركب إلى ريم ، فقصر الصلاة فی مسيره ذلک ، قال مالک :وذلک نحو من أربعة برد ، وأن ابن عباس سئل :أيقصر إلى عرفة ؟ ، قال :لا ، ولكن إلى عسفان ، وإلى جدة ، وإلى الطائف ، وروی عن ابن عمر ، وابن عباس :أنهما كانا يصليان ركعتين ويفطران فی أربع برد فما فوق ذلک (الاوسط لابن المنذر، کتاب السفر، باب ذکر المسافة التی یقصر المرء الصلاة اذا خرج الیها) [1]

قَوْلُهُ (يَبْلُغُ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا) الصَّحِيحُ مِنْ الْمَذْهَبِ :أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِی جَوَازِ الْقَصْرِ :أَنْ تَكُونَ مَسَافَةُ السَّفَرِ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا بَرًّا أَوْ بَحْرًا ، وَعَلَيْهِ جَمَاهِيرُ الْأَصْحَابِ وَقَطَعَ بِهِ كَثِيرٌ مِنْهُمْ(الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف

[1] أنه قد جاء عن ابن عمر رضی الله عنهما أنه قصر الصلاة حینما خرج إلی وادی ریم، ووادی ریم یبعد عن المدینة ما یقارب ستین إلی سبعین کیلو متراً یقل قلیلاً أو یکثر علی حسب الطریق، وقد یزید علی السبعین قلیلاً إذا قصدت آخر الوادی(شرح زاد المستقنع للشنقیطی ،فصل صلاة المسافر ،المسافة التی یقصر فیها)

علـى مـذهب الإمام أحمد بن حنبل،لابى الحسن المرداوى، ج۳ص ۳۸۹، باب صلاة اهل الاعذار)

محمد بن محمد المختار الشنقیطی (سابق مدرس جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ وسابق مدرس مسجدِ نبوی) فرماتے ہیں:

فالبريد نفس المسافة التى يقطعها المسافر فى اليوم وهى المرحلة الكاملة، وهـذه المسافة -التـى هى أربعة برد -تـوقيـت وتـحديد ذهب إليه جمهور العـلـماء رحمهم الله، فالمسافر لا يكون مسافراً إلا إذا قصد هذه المسافة فـمـا فـوقها، فلو كانت المنطقة أو المدينة التى يريد بلوغها دون أربعة برد فـإنـه لا يوصف بكونه مسافراً، فكما أن من خرج من مدينة إلى ضواحيها لا يعتبر مسـافـراً فـى حـكـم الشـرع، فـكذلـك من انتقل إلى مسافة دون هذه المسافة(شرح زاد المستقنع للشنقيطى ،فصل صلاة المسافر ،المسافة التى يقصر فيها)

وجـاء عـنه أيضاً فى الرواية الأخرى -رضـى الله عنه وأرضاه -أنـه قصر فى الأربـعة البـرد، ومـا ورد عنه من أنه كان يقصر فى الثلاثة الأميال فهو ابتداء قـصـره، بـمـعـنـى أنـه لو خرج مسيرة اليوم والليلة كان إذا سار ثلاثة أميال قـصـر، بـل حتـى لـو خـرج مـن الـعـمـران يـقصر، فعلى هذا لا تعارض بين الـروايـات عـن ابـن عـمـر ، فـإن الـروايات القوية واردة عنه رضى الله عنه بـالتأقيت فى الأربعة برد ومسيرة اليوم والليلة، وإذا نظرنا إلى الأسانيد عن ابـن عـمـر وجـدنـا أصـحها وأقواها ما جاء عنه فى القصر فى الأربعة البرد، وهـى عـن أوثـق أصـحـابـه وأقـربهم منه كـ سالم ابنه، وكذلـك نافع مولاه رحـمة الـلـه عـلـى الـجـمـيـع، خـاصة وأنـه ورد عنه أنه أمر بالقصر فى هذه الـمسـافة، فيقوى مذهب من قال -أعنى :الجمهور : -إنهـا أربعة برد، وما ورد عـنــه مـن الـقـصر فى الثلاثة الأميال فإنه محمول على أنه ابتدأ القصر، بـمـعنى أنه خرج من المدينة ثلاثة أميال فحضرته الصلاة فصلى وهو قاصد لـمسيرة اليوم والليلة، كما فعل النبى صلى الله عليه وسلم حينما خرج من

Idara Ghufran

المدينة، فإنه بمجرد أن وصل إلى ذى الحليفة قصر الصلاة، مع أن ذا الحليفة ليست على مسيرة مرحلة كاملة. فهذا حاصل ما ذكر بالنسبة لأدلة السنة، وكذلك الآثار الصحيحة عن أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، ولأننا لو لم نقل بالتحديد فإن ذلك سيؤدى إلى اختلاج الأحكام، فلو قلنا :إنه يرجع فيه إلى عرف الناس لاختلفت أعرافهم، فتجدنا نقول :عند هؤلاء يعتبر سفراً وعند غيرهم لا يعتبر سفراً .ولأن نوايا الناس تختلف، فقد أراه على سفر ولا يراه غيرى على سفر مع أن المسافة قد تكون واحدة(شرح زاد المستنقع للشنقيطى ،فصل صلاة المسافر ،المسافة التى يقصر فيها)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وقد استغرب بعض المتأخرين ذلك وقالوا :كيف تحدد مسافة السفر، فنقول لشخص قصد مدينة تبعد أربعاً وسبعين كيلومتراً لا يفطر، ومن قصد مدينة من خمسة وسبعين كيلومتراً يفطر؟ نقول :هذا تفريق من الشرع، ولذلك لما سئل عبد الله بن عباس عن القصر فى السفر من مكة إلى مر الظهران والجموم، قال :لا، ولكن إلى جدة وعسفان والطائف. فأجاز رضى الله عنه القصر إلى جدة، وكانت تبعد مسافة القصر، والطائف لأنها تبعد مسافة القصر، وعسفان لأن عسفان كان بينها وبين مكة مرحلة، والمرحلة هى مسيرة اليوم الكامل، وهذه مرحلة كاملة كانت بين عسفان ومكة، فأجاز القصر فى هذه المسافة ولم يجز دونها، وكان ابن عمر كذلك يقصر إذا ذهب إلى مزرعته بوادى ريم، وريم تبعد عن المدينة فوق السبعين كيلومتراً، وهى مسافة المرحلة الكاملة (شرح زاد المستنقع للشنقيطى،حكم فطر اهل الاعذار ،الضابط فى السفر المرخص فيه بالإفطار)

علی بن نایف الشحود لکھتے ہیں:

تحديد أقلّ مسافة السّفر بالأيّام أقلّ هذه المسافة مقدّر عند عامّة العلماء ،

Idara Ghufran

ولكنّهم اختلفوا فى التّقدير .فذهب المالكيّة والشّافعيّة والحنابلة واللّيث والأوزاعىّ :إلى أنّ أقلّ مدّة السّفر مسيرة يومين معتدلين بلا ليلة ، أو مسيرة ليلتين معتدلتين بلا يوم ، أو مسيرة يوم وليلة .وذلك ؛ لأنّهم قدّروا السّفر بالأميال ، واعتبروا ذلك ثمانيةً وأربعين ميلاً ، وذلك أربعة برد ، وتقدّر بسير يومين معتدلين .واستدلّوا بأنّ النّبىّ صلى الله عليه وسلم قال : يا أهل مكّة :لا تقصروا الصّلاة فى أدنى من أربعة برد ، من مكّة إلى عسفان ولأنّ ابن عمر وابن عبّاس كانا يقصران ويفطران فى أربعة برد فما فوقها ، ولا يعرف لهما مخالف ، وأسنده البيهقىّ بسند صحيح ، مثل هذا لا يكون إلاّ عن توقيف ، وعلّقه البخارىّ بصيغة الجزم ، وقال الأثرم :قيل لأبى عبد اللّه :فى كم تقصر الصّلاة ؟ قال :فى أربعة برد ، قيل له :مسيرة يوم تامّ ؟ قال :لا ، أربعة برد :ستّة عشر فرسخاً :مسيرة يومين .وقد قدّره ابن عبّاس من عسفان إلى مكّة مستدلّاً بالحديث السّابق .وذهب الحنفيّة إلى أنّ أقلّ مسافة السّفر مسيرة ثلاثة أيّام ولياليها ، لما روى عن علىّ بن أبى طالب -رضى الله عنه - أنّه سئل عن المسح على الخفّين فقال :جعل رسول اللّه صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيّام ولياليهنّ للمسافر ويوماً وليلةً للمقيم ، فقد جعل النّبىّ صلى الله عليه وسلم لكلّ مسافر أن يمسح ثلاثة أيّام ولياليها ، ولن يتصوّر أن يمسح المسافر ثلاثة أيّام ولياليها ، ومدّة السّفر أقلّ من هذه المدّة .وكذلك قال النّبىّ صلى الله عليه وسلم : لا يحلّ لامرأة تؤمن باللّه واليوم الآخر أن تسافر مسيرة ثلاث ليال إلاّ ومعها محرم ، فلو لم تكن المدّة مقدّرةً بالثّلاث لم يكن لتخصيص الثّلاث معنى .وقد استحبّ ذلك الإمام الشّافعىّ للخروج من الخلاف (موسوعة فقه العبادات ،باب صلاة المسافر لعلى بن نايف الشحود)

بدائع میں ہے:

ومن مشائخنامن قدربخمسة عشر فرسخا وجعل لكل يوم خمس فراسخ ومنهم من قدره بثلاث مراحل وقال مالک اربعة برد لكل بريد اثناعشرميلا واختلف اقوال الشافعی فيه قيل ستة واربعون ميلا وهوقريب من قول بعض مشائخنا لان للعادة ان القافلة لاتقطع فی يوم اكثرمن خمسة فراسخ(بدائع الصنائع ،فصل بيان مايصير به المقيم مسافرا)

اورآخر میں اس سلسلہ میں علامہ ظفراحمدعثمانی صاحب رحمہ اللہ کا جامع اورقولِ فیصل کا حامل کلام ملاحظہ فرمائیں:

وقد اتفقوا على ان السفر المبيح للافطار مقدارا معلوما (واجمعوا انه لايباح له الفطر فی السفر القصير) واختلفوا فيه (ای فی السفر المبيح للفطر)فقال اصحابنا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها، وقال آخرون:مسيرة يومين، وقال آخرون:مسيرةيوم، ولم يكن للغة فی ذالک حظ ،اذ ليس فيها حصر اقله بوقت لانه اسم ماخوذ من العادة، وكل ماكان حكمه ماخوذا من العادة ، فغير ممكن تحديده باقل القليل ، فان اعتبر بالعادة علمنا ان المسافة القريبة لاتسمى سفرا ، والبعيدة تسمى، الا انهم اتفقوا على ان الثلاثة سفر صحيح ، فيما يتعلق به من احكام الشرع، فثبت ان الثلاث سفر، ومادونها لم يثبت لعدم معنى الاسم فيه، وفقد التوقيف والاتفاق بتقديره(احكام القرآن للتهانوی ج ١ ص١٨٧،١٨٨ ،سورة البقرة)

ومن جهة اخرى ان هذا الضرب من المقادير لايؤخذ من طريق المقاييس، وانما طريق اثباته الاتفاق او التوقيف، فلما علمنا فيما دون الثلاث الاتفاق والتوقيف وجب الوقوف عند الثلاث، لوجود الاتفاق فيه انه سفر يبيح الافطار ، وايضا لما كان لزوم فرض الصوم هو الاصل واختلفوا فی مدة رخصة الافطار لم يجز لنا عند الاختلاف ترک الفرض الا بالاجماع وهو الثلاث، لان الفروض يحتاط لها ولا يحتاط عليها، وقد روى عن عبدالله بن

مسعود وعمار وابن عمر انه لایفطر فی اقل من الثلاث انتهی (احکام القرآن للتهانوی ج ۱ ص ۱۸۹ ،سورة البقرة)

وقد اجمعت الائمة الاربعة علی تحدید مسافة القصر ، فلایجوز القصر الا فی مسیرة مرحلتین بسیر الاثقال ، وذالک یومان او یوم ولیلة ستة عشر فرسخا اربعة برد (ای ثمانیة واربعین میلا، والمیل اثنا عشر الف قدم، کذافی "المغنی"(۲: ۱۹۱) عند مالک ، والشافعی ، واحمد، وقال ابوحنیفة: لاتقصر فی اقل من ثلاث مراحل (قلت: بل فی اقل من مسیرة ثلاثة ایام لیالیها ، ولاعبرة بالمراحل والامیال عنده، کما قدمناه فی الجزء السابع من الکتاب، وعلی هذا فلا مخالفة بین ماقاله والثلاثة الا فی اللفظ دون المعنیٰ) وقال الاوزاعی: تقصر فی مسیرة یوم ، وقال داوٗد: یجوز القصر فی طویل السفر وقصیره، کذافی رحمة الامة (۲۷)

قلت : ولاعبرة بمن شذ عن الجماعة ، فان الاجماع اللاحق یرفع الخلاف السابق، ولایجوز لمن بعده خرقه، اذا تقرر هذا فمقتضاه ان لایجوز لاهل مکة ومن مثلهم من المقیمین بها قصر الصلاة بعرفة، لقلة المسافة بین مکة وبینها، فانها لاتزید علی اثنی عشر میلا، واولیٰ ان لایجوز بمنی، فانها علی ثلاثة امیال منها، ولا قائل بجواز القصر فی مثل هذه المسافة من الائمة، ویؤیده مااخرجه الدارقطنی وابن ابی شیبة من طریق عبدالوهاب بن مجاهد عن ابیه،وعطاء عن ابن عباس: ان رسول الله قال: ((یااهل مکة!لاتقصروا الصلاة فی ادنی من اربعة برد من مکة الی عسفان)).قال الحافظ فی "الفتح"وهذا اسناد ضعیف من اجل عبدالوهاب اه (۲-۳۶۷)

قلت: نعم،ولکنه تأید بما رواه مالک فی "المؤطا"من طریق عطاء: ان ابن عباس سئل اتقصر الصلاة الی عرفة؟قال :لا، ولکن الی عسفان او الی جده والطائف اه.والمرفوع الضعیف اذا تأید بقول صحابی بسند صحیح

تقوی، وهذا كذالک لاسيما وقد تأيد بالاجماع على عدم جواز القصرفى اقل من اربعة برد كما عرفته (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۱۶)

واما ماقاله المحشى السيد محمد رشيد رضافى حاشيته ”للمغنى“ونصه : التحقيق انه لافرق بين السفر القريب والبعيد ، بل الرخصة منوطة بالسفر مطلقا، كما حققه شيخ الاسلام ابن تيمية فى رسالة له طويلة فى رخص السفر اه، فكلام لايعبأ به، ولايتلفت اليه، وكيف يقول مسلم فضلا عن محقق بذالک؟ وقد عرف من عادته ﷺ انه كان يأتى قباء فى كل شهر اربع مرات اومرتين، وكذا اهل قباء واهل العوالى كانوا يأتون المدينة ، ولم يثبت انهم قصرواالصلاة فى مثل هذه المسافة القريبة مرة فى الدهر، وقد اجمعت الائمة الاربعة ومن تبعهم على عدم جواز القصر فى اقل مسيرة اربعة برد، فارتفع الخلاف السابق بهذاالاجماع ، ولايجوز لمن بعدهم خرقه كما تقدم.واما من لايعتد بالاجماع، ويجوز اجتماع الامة على الضلالة، اولايعرف حقيقة الاجماع ويستحيل وقوعه، فعداده فى اهل الظاهر اجدر واحرى من ادخاله فى اهل المعانى واصحاب التحقيق من العلماء ، فافهم والله يتولىٰ هداک (اعلاء السنن ج۱۰ ص۴۱۸تا ۴۱۹)

”ولكن لماكان مسافة ثلاثة ايام لايقدر العوام على تحديدها وضبطها بل تختلف ظنونهم فى ذالک قدرهاالمشائخ بالفراسخ والفتوىٰ على خمسة عشرمنها كما تقدم فانها اربعة برد اونحوها وقد وردهذا التحديد عن ابن عباس وغيره وورد ذالک مرفوعا ايضا وان كان ضعيفا واختاره مالک فافتى المتاخرون منها تسهيلاللعوام فان اربعة برد هى قدرمسافة ثلاثة ايام تقريبا(اعلاء السنن ج۷ص ۲۸۴)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۲۴/محرم/۱۴۳۰ھ،دارالافتاءوالاصلاح ادارہ غفران،راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۴۲۴/۴/۵ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

خریدار کے نمائندے کا اپنے لئے نفع رکھنا

سوال: کیا کسی کام کا اس طرح کرنا جائز ہے کہ مثلاً ایک شخص دوسرے کو گھی کا ڈبہ (جس کی اصل قیمت فرض کیا 370 روپے ہے) خریدنے کے لئے بھیجتا ہے، اور وہ شخص اپنی واقفیت کی وجہ سے وہ ڈبہ 370 روپے کے بجائے 350 روپے کا خرید کرلاتا ہے، اور پہلے والے کو 370 روپے کا دے دیتا ہے تو کیا اس کے لئے ایسا کرنا درست ہے؟ کیونکہ پہلا شخص اگر خود بھی اس طرح کا ڈبہ خریدتا تو اس کو 370 روپے ہی کا ملتا۔

جواب: مذکورہ صورت میں یہ بیس روپے کی جو چھوٹ ملی ہے، یہ شرعاً دراصل اس کا حق ہے جس کے لئے گھی کا ڈبہ خریدا جارہا ہے، کیونکہ یہ درمیان والا شخص (Middle man) خود خریدار نہیں ہے، یہ اپنے لئے نہیں خریدرہا، بلکہ یہ دوسرے کے لئے خریدرہا ہے، اس لئے چھوٹ بھی اسی کے لئے ہوگی، کیونکہ یہ چھوٹ خرید وفروخت کے اس عمل سے وجود میں آتی ہے۔

ہاں اگر یہ پہلا خریدار اس سے منگوا نہیں رہا کہ میرے لئے وہاں سے خرید کرلاؤ، بلکہ یہ خود ہی اس درمیان والے شخص (Middle man) سے خریدنا چاہتا ہے، تو پھر یہ 20 روپے لینا اس درمیان والے کے لئے جائز ہے، جیسا کہ عام طور سے دوکاندار حضرات تھوک کے حساب سے سستا خرید کر گاہکوں کو پرچون میں

مہنگا کرکے فروخت کرتے ہیں،اور ساری دنیا کے تاجر اسی طرح سے خرید وفروخت کرتے ہیں،تو ایسی صورت میں دس یا بیس روپے زیادہ لینا جائز ہے۔

اور یہ اس لئے جائز ہے کہ خریدنے والا اس درمیان والے (یعنی دوکاندار) سے خرید رہا ہے،جبکہ مسئولہ صورت میں معاملہ برعکس ہے کہ یہاں پر خریدنے والا اس درمیان والے شخص سے منگوا رہا ہے،اور یہ درمیان والا شخص آگے والے سے خرید رہا ہے،تو اس وجہ سے یہ خود خریدار نہیں ہے، بلکہ اصل خریدار کا نمائندہ ہے،تو جو رعایت ہوگی وہ بھی اس اصل خریدار کے لئے ہی ہوگی،اس لئے یہ طریقہ تو جائز نہیں۔

البتہ اس کا جائز طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ درمیان والا شخص اُس کو خود فروخت کرے اور یہ کہے کہ میں آپ کو اتنے کا بیچوں گا،چاہے خود میں کتنے کا بھی لاؤں،تو پھر جائز ہے،کیونکہ اب خریدار اور فروخت کرنے والے باہم خود ہی معاملہ کررہے ہیں،اور عام ضابطہ وقاعدہ کے مطابق فروخت کرنے والے کو نفع رکھنا جائز ہے۔

اور مسئولہ صورت میں درمیان والا شخص زیادہ سے زیادہ اس کے لئے محنت کرنے والا بنا،اس لئے وہ اس صورت میں اس کام پر کمیشن اور اجرت تو لے سکتا ہے،کیونکہ یہ صرف ایک ایجنٹ ہے،یا ایک نمائندہ یا وکیل ہے،لیکن اس کو شرعاً نفع نہیں کہہ سکتے،اور اجرت کے لئے دو باتیں ضروری ہیں:

ایک یہ کہ طے کرکے لے،مثلاً یہ طے کرے کہ وہاں سے یہاں تک ٹین کا ڈبہ لانے کے اتنے پیسے لوں گا۔

اور دوسری شرط یہ ہے،کہ جس سے لے رہا ہو اس کی اجازت سے لے،اگر اس کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس کو پتہ بھی نہیں ہے،کہ اتنے روپے،مثلاً بیس روپے اِس درمیان والے شخص نے لئے ہیں،تو پھر اس کے لئے یہ لینے جائز نہیں ہونگے (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج۳ ص۳۱۴)

کتب خانے کی ممبر شپ کی بنیاد پر کسی کے لئے کتابیں خریدنے کا حکم

سوال: بکر نے ایک کتب خانے کا ایک رعائتی کارڈ بنوایا ہوا ہے،جس سے ایک سال تک بیس سے پچاس فیصد رعایت حاصل کی جاسکتی ہے،زید نے بکر سے چند کتابیں منگوائیں جس سے بکر کو 150 روپے کی رعایت ہوئی اب ایک سو پچاس روپے بکر خود رکھے یا زید کو دے؟ یا دونوں 75،75 روپے تقسیم کرلیں؟ کیونکہ زید کو کارڈ کا علم نہیں ہے۔

جواب: مسئلہ یہ ہے کہ بکر تو اس کتب خانے کا ممبر بن گیا ہے،اور جو ممبر ہوتا ہے اس کو اس کتب خانہ کی

طرف سے کتاب رعایت پر ملتی ہے، اب اگر وہ ممبر شپ اس قسم کی ہے کہ اس میں اس کتب خانے کے ضابطے کی رو سے وہ شخص خاص اپنے لئے تو مطلوبہ کتب حاصل کرسکتا ہے، مگر دوسرے کے لئے ، یا فروخت کرنے کے لئے نہیں لے سکتا، تو اس صورت میں اسے دوسروں کے لئے یا فروخت کرنے کے لئے لینا جائز ہی نہیں ، کیونکہ یہ دھوکہ ہوگا، کہ خاص ممبر بنے گا ،اور عام فائدہ اٹھائے گا، تو یہ وعدہ خلافی ہوگی۔

اور اگراس ممبر شپ میں دی جانے والی رعایت عام ہے ،اور اس میں اس بات کی ضابطے کی رو سے اجازت ہے کہ اس کا ممبر چاہے اپنے لئے کتابیں خریدے یا دوسروں کے لئے، یا ان کو آگے فروخت کرے، سب صورتوں میں وہ اس رعایت سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے، تو پھر بکر کے لئے عمومی انداز میں لینا جائز ہے، یعنی اپنے لئے بھی اور فروخت کرنے کے لئے بھی۔

اب ایک بات یہ رہ گئی کہ آیا آگے اس کی وجہ سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے یا نہیں، تو اس کی صورت بھی یہ بنتی ہے کہ وہ اس کو یہ کہے کہ کتابوں کا خریدار میں خود بنوں گا، کیونکہ ممبر میں ہوں ،اور آپ کو میں یہ کتاب اتنے پیسے کی فروخت کروں گا، یہ بات صاف صاف کہہ دے، تو اس صورت میں اس کو نفع اٹھانا بھی جائز ہے، بشرطیکہ کوئی غلط بیانی نہ کرے، یہ نہ کہے کہ اتنے میں ہی میرے پاس آئی ہے، کیونکہ یہ پھر جھوٹ ہوجائے گا۔

تو اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسا کہ کوئی شخص خریدار کو کہے کہ یہ چیز اتنے میں میرے پاس آئی ہے، حالانکہ اتنے میں نہ آئی ہو، تو اس کی وجہ سے جتنا زیادہ نفع جھوٹ بول کر اٹھائے گا تو وہ حرام ہوجائے گا، لیکن اگر غلط بیانی نہ کرے اور یہ بتائے ہی نہیں کہ میں نے کتنے کی لی ہے، جھوٹ نہ بولے تو پھر جتنے میں بھی دے دے جائز ہے، اسی طرح یہاں پر بھی اگر وہ فروخت کرنے والا خود ہو اور غلط بیانی بھی نہ کرے تو پھر نفع اٹھا سکتا ہے، کیونکہ اس نے کتب خانے سے خریدا اور اس نے آگے زید کو بیچا، لیکن اگر زید یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ شخص مجھے فروخت نہیں کرے گا بلکہ وہاں سے جتنے میں آئے گا، اتنے میں ہی دے گا، تو پھر اس صورت میں اندر ہی اندر یہ نفع اٹھانا جائز نہیں، یہ ناجائز ہوجائے گا۔ چاہے وہ نفع آدھا اٹھائے یا پورا اٹھائے۔

اس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں اگر جائز ہوگا تو پورا جائز ہوگا اور اگر ناجائز ہوگا تو پورا ناجائز ہوگا، یا پھر زید

Idara Ghufran

سے یہ کہہ کرلے کہ اس میں سے پچھتر روپے میں رکھوں گا، اگر آپ براہِ راست خریدتے تو آپ کو ڈیڑھ سو روپے زیادہ کی ملتی، اور اگر آپ میرے واسطے سے خریدیں گے تو آپ کو پچھتر روپے کا فائدہ ہوگا، اور مجھے بھی پچھتر روپے کا فائدہ ہوگا، لیکن اس کو بتلائے بغیر ہی کہ اوپر اوپر سے تو دوست بنے ہوئے ہیں، ہمدرد اور خیرخواہ بنے ہوئے ہیں، کہ ہم کوئی کمیشن نہیں لے رہے، بلکہ ہمدردانہ طریقے سے یہ چیز لے کر آپ کا تعاون اور خدمت کررہے ہیں، لیکن اندر سے ڈنڈی مار رہے ہیں، کہ ڈیڑھ سو روپے، یا پچھتر روپے خود رکھ رہے ہیں، تو اس طرح کی ہمدردی کو شریعت پسند نہیں کرتی، بلکہ صاف صاف کہنا چاہئے، جتنی دوستی اندر ہے اتنی ہی واضح ہونی چاہئے، اندر کچھ ہے اور باہر کچھ ہے،

یہ بات صحیح نہیں، بقول کسے ع

سر سہلاتے ہیں، بھیجا کھاتے ہیں

اور اوپر سے کہہ رہے ہیں کہ میں تو تمہارا بہت اچھا دوست ہوں تمہاری مالش کررہا ہوں، لیکن اندر سے دماغ کا روغن چوس رہے ہیں، یہ دوستی شریعت کو پسند نہیں۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۰ ''پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام''﴾

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر معارف القرآن میں پردے کے مذکورہ تینوں درجات کی تفصیل بیان فرمانے کے بعد بطور خلاصہ کے تحریر فرمایا ہے:

''اس کا حاصل (خلاصہ از ناقل) یہ ہوا کہ اب باتفاق ائمہ اربعہ (یعنی چاروں اماموں کے اتفاق سے از ناقل) یہ تیسرا درجہ پردہ کا ممنوع ہوگیا کہ عورت برقع چادر وغیرہ میں پورے بدن کو چھُپا کر مگر صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھول کر مردوں کے سامنے آئے، اسلئے اب پردے کے صرف پہلے ہی دو درجے رہ گئے، ایک اصل مقصود یعنی عورتوں کا گھروں کے اندر رہنا بلا ضرورت باہر نہ نکلنا اور دوسرا یعنی برقع وغیرہ کے ساتھ نکلنا ضرورت کی بناء پر بوقتِ ضرورت و بقدر ضرورت'' (معارف القرآن ج ۷ ص ۲۲۰)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ پردے کا تیسرا درجہ صرف بعض حضرات کے قول کے مطابق نکلتا ہے اور اس کی جو شرط ان حضرات نے بیان فرمائی ہے جس کے پائے جانے کی صورت ہی میں ان حضرات نے تیسرے درجے کی گنجائش دی ہے چونکہ آجکل وہ شرط ہی عموماً نہیں پائی جاتی اس لئے اس تیسرے درجے سے مطلقاً ہی منع کیا جاتا ہے۔ (جاری ہے......)

عبرت کدہ ﴿إِنَّ فِيْ ذَالِکَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْاِبْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۱۳)

خانہ کعبہ کی تعمیر

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کے ذکر کے دوران حضرت اسماعیل اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی زندگی کے اہم ترین واقعہ اوراس کے ساتھ ساتھ حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق علیہما السلام میں ذبیح کون تھے؟اس کے تفصیلی تذکرہ کے بعداب دوبارہ اس حدیث کے آخری حصہ کی طرف آتے ہیں،جس میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے ایک اوراہم واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اوروہ اہم واقعہ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کو پرانی بنیادوں پردوبارہ تعمیر کرنا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِکَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَکَ رَبُّکَ قَالَ وَتُعِينُنِي قَالَ وَأُعِينُکَ قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذَلِکَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنْ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ

(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)(بخاری حدیث نمبر ۳۱۱۳)

Idara Ghufran

ترجمہ: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ابراہیم علیہ السلام (ان کے پاس آنے سے) رکے رہے، پھر جب تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیل (علیہ السلام) زم زم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں (جہاں ابراہیم علیہ السلام انہیں چھوڑ گئے تھے) اپنے تیر بنارہے تھے، جب (اسماعیل علیہ السلام) نے (ابراہیم علیہ السلام) کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے، اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، وہی طرزِ عمل ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کیا۔

پھر (ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا اسماعیل: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے (اسماعیل علیہ السلام) نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے آپ کو جو حکم دیا ہے، آپ اسے ضرور پورا کیجئے، انہوں نے فرمایا اور تم بھی میری مدد کرسکو گے؟

عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس مقام پر ایک گھر بناؤں (اللہ کا) اور آپ نے ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا، کہ اس کے چاروں طرف!

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اس وقت ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی، اسماعیل (علیہ السلام) پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے، اور ابراہیم (علیہ السلام) تعمیر کرتے جاتے تھے، جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیل (علیہ السلام) یہ پتھر (جو مقامِ ابراہیم کہلاتا ہے) لائے اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے اسے رکھ دیا۔

اب ابراہیم (علیہ السلام) اس پتھر پر کھڑے ہوکر تعمیر کرنے لگے، اسماعیل (علیہ السلام) پتھر دیئے جاتے تھے، اور یہ دونوں حضرات یہ دعا پڑھتے جاتے تھے: (جس کا ترجمہ یہ ہے)

ہمارے رب ہماری طرف سے قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے، بہت جاننے والے ہیں۔

فرمایا (حضور ﷺ نے) کہ دونوں حضرات تعمیر کرتے رہے، یہاں تک کہ بیت اللہ کے چاروں طرف چاردیواری پھیر دی، اور اس تعمیر کے دوران یہ دعا پڑھتے رہے (جس کا ترجمہ یہ ہے)

ہمارے رب ہماری طرف سے قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے، بہت جاننے والے ہیں (ترجمہ ختم)

روایاتِ حدیث کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بیت اللہ کو آباد کرنے اور پاک صاف رکھنے کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا، اس وقت اتنا ہی عمل مقصود تھا کہ اس جگہ کو حضرت اسماعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کے ذریعہ آباد کر دیا جائے، اس کے مخاطب صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی شیر خواری کی عمر میں تھے، اس وقت بیت اللہ کی تعمیرِ جدید کا حکم نہیں ملا تھا۔

سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی شریک کرلیا گیا، یہ حکم اس وقت دیا گیا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان اور شادی شدہ ہو چکے تھے، اس وقت دونوں کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا. وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۵)

ترجمہ: (اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور (مقامِ) امن (ہمیشہ سے) مقرر کیا اور (آخر میں امتِ محمدیہ کو حکم دیا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے) مقامِ ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو، اور ہم نے (بنائے کعبہ کے وقت حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل (علیہما السلام) کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک (صاف) رکھا کرو، بیرونی اور مقامی لوگوں (کی عبادت طواف واعتکاف) کے واسطے، اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے (ترجمہ ختم)

اس آیت میں بیت اللہ کی تاریخ کی طرف اشارہ ہے اور حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں اس کی تعمیرِ جدید، نیز بیت اللہ اور مکہ مکرمہ کی چند خصوصیات کا ذکر اور بیت اللہ کے احترام سے متعلقہ احکام مذکور ہیں۔

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کے

Idara Ghufran

بارے میں بتایا تو اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر بیس سال تھی۔

چنانچہ دو نبیوں کے مقدس ہاتھوں اس عظیم الشان گھر کی تعمیر کا آغاز ہوا، لیکن ابھی تک یہ حقیقت دونوں کو معلوم نہ تھی کہ بیت اللہ کی حدود کون سی ہیں، اور کون سی دیوار کتنی طویل اور اس کی لمبائی چوڑائی کتنی ہوگی، زمانے گزرنے اور سیلاب وغیرہ نے اس کے قدیم نشانات کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان دونوں معزز معماروں کے لئے اچانک ایک بادل نمودار ہوا، جس سے یہ آواز آ رہی تھی، کہ جس قدر لمبا و چوڑا اس بادل کا سایہ ہے اتنی ہی جگہ میں آپ بیت اللہ کی بنیادوں پر دیواریں کھڑی کریں، اس میں کمی بیشی نہ ہونے پائے۔ [۱]

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبریلِ امین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بنیادوں کی نشان دہی کی تھی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مجسم ہوا آئی جس کا نام ''ریح الخجوج'' تھا، اس نے بیت اللہ کی جگہ کے گرد طواف کر کے اس کی حدود کو واضح کیا، اس وقت یہ جگہ ایک ابھرے ہوئے سرخ ٹیلے کی شکل میں تھی۔ [۲]

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اس جگہ کی کھدائی شروع کر دی، اور کچھ دیر بعد وہ قدیم اور پرانی بنیادیں ظاہر ہوگئیں جن پر انہوں نے تعمیر کرنی تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا لا کر آپ کو دیتے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام معمار کی حیثیت سے اپنے مقدس ہاتھوں سے دیواریں چن رہے تھے، مٹی، گارے، یا چونے کی مدد کے بغیر ہی پتھر پر پتھر جوڑتے چلے جا رہے تھے، وہ پتھر اس قدر بڑے اور

---

[۱] عبد الرزاق عن ابن جريج قال :قال ناس :أرسل الله سحابة فيها رأس ، فقال الرأس :يا إبراهيم إن ربک يأمرک أن تأخذ قدر هذه السحابة ، فجعل ينظر إليها ، ويخط قدرها ، قال الرأس :أقد فعلت ؟ قال :نعم ، فارتفعت ، فحفر ، فأبرز عن أساس ثابت فى الارض (مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۹۰۹۴)

حَدَّثَنَا أَبِی، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَرْزَمِیُّ، ثنا عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ" :نُشِئَتْ لَهُمَا سَحَابَةٌ فِيهَا رَأْسٌ يَتَكَلَّمُ وَهُوَ السَّكِينَةُ، فَقَالَتْ :خُطَّا عَلَیَّ أَوْ خُطَّا حَوْلِی فَخَطَّا الْبَيْتَ، فَهُوَ قَوْلُهُ " :وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (تفسير ابن ابی حاتم، تحت آيت ۱۲۷ من سورة البقرة)

[۲] وقال السدی :إن الله، عز وجل، أمر إبراهيم أن يبنی (البيت) هو وإسماعيل :ابنيا بيتی للطائفين والعاكفين والركع السجود، فانطلق إبراهيم، عليه السلام، حتى أتى مكة، فقام هو وإسماعيل، وأخذا المعاول لا يدريان أين البيت؟ فبعث الله ريحًا، يقال لها :ريح الخجوج، لها جناحان ورأس فی صورة حية، فكشفت لهما ما حول الكعبة عن أساس البيت الأول، واتبعاها بالمعاول يحفران حتى وضعا الأساس (تفسير ابنِ كثير تحت آيت ۱۲۷ من سورة البقرة)

وزنی تھے کہ تیس آدمی بھی بمشکل اٹھا سکتے تھے۔ ۱؎

اس تعمیر میں کام آنے والے پتھر پانچ مختلف پہاڑوں سے فرشتے لائے تھے، طورِ سینا، طورِ زیتا (یہ دونوں بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ہیں) کوہِ لبنان، کوہِ جودی اور کوہِ حرا، بنیادوں میں کوہِ حرا کے پتھر استعمال ہوئے۔ ۲؎

جب دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ ہوگئی اور پتھر لگانے میں دشواری کا سامنا ہونے لگا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کوئی ایسا پتھر تلاش کر کے لاؤ، جس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنی آسان ہو جائے، چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نظر جس پتھر پر پڑی، یہ وہی یادگار پتھر تھا،

۱؎ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ "أَنَّ إِبْرَاهِيمَ، أَقْبَلَ مِنْ أَرْمِينِيَةَ وَمَعَهُ السَّكِينَةُ تَدُلُّهُ حَتَّى تَبَوَّأَ الْبَيْتَ كَمَا تَتَبَوَّأُ الْعَنْكَبُوتَ بَيْتًا، قَالَ :فَكَشَفَ عَنْ أَحْجَارٍ لا يُطِيقُ الْحَجَرَ إِلا ثَلاثُونَ رَجُلا، فَقُلْتُ :يَا أَبَا مُحَمَّدٍ :فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ " :وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ "قَالَ :كَانَ ذَلِكَ بَعْدُ ."(تفسير ابن ابی حاتم، تحت آيت ۱۲۷ من سورة البقرة)

قال سعيد :وحدثنا علي بن أبي طالب :أن إبراهيم أقبل من أرمينية، ومعه السكينة تدله على تَبَوُّء البيت كما تتبوأ العنكبوت بيتًا، قال :فكشفت عن أحجار لا يُطيق الحجر إلا ثلاثون رجلا .قلت يا أبا محمد، فإن الله يقول :(وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ) قال :كان ذلك بعد(تفسير ابنِ كثير تحت آيت ۱۲۷ من سورة البقرة)

۲؎ عبد الرزاق عن معمر عن أيوب قال :بنيت الكعبة من خمسة أجبل :لبنان ، وطور زيتا ، والجودى ، وطور سيناء ، وحراء ، وكان ربضه(ارضه) من حراء .(مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۹۰۹۳)

تاریخ بغداد میں بیت اللہ کی تعمیر میں استعمال ہونے والے پتھروں کے متعلق مختلف روایات پیش کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

عن ابن عباس أنه كتب إلى أبى الخالد يسأله عن أشياء من البيت فكتب إليه إن البيت اسس على خمسة أحجار حجر من أحد وحجرين من طور سيناء ولبنان وحجر من تين وحجر من حراء ...... عن مجاهد قال بنى البيت من أربعة أجبل من حراء وطور زيتا وطور سينا ولبنان......عن قتادة قال ذكر لنا أن قواعد البيت من حراء وذكر لنا أن البيت بنى من خمسة أجبل من حراء ولبنان والجودى وطور سينا وطور زيتا......عن قتادة وذكر قول الله تبارك وتعالى "وإذ بوأنا لإبراهيم مكان البيت "قال قتادة هذا حرم الله قد طاف به آدم ومن بعده فلما كان إبراهيم أراه الله تعالى مكانة البيت فاتبع منه أثرا قديما فبناه من طور زيتا وطور سينا ومن جبل لبنان من أحد وحراء وجعل قواعده من حراء ثم قال "وأذن فى الناس بالحج "......عن قتادة فى قول الله تبارك وتعالى "وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت وإسماعيل "قال قتادة ذكر لنا أنهما بنياه على أمر قديم كان قبلهما فبنياه من خمسة أجبل من حراء ولبنان أو لدبنان والجودى وطور سينا وطور زيتا وبنيا القواعدمن حراء ......عن ابن جريج قال بنى اساس الكعبة من خمسة أجبل من طور سينا ومن طور زيتا ومن لبنان ومن الجودى ومن حراء (تاريخ دمشق ج۲ ص۳۴۷ تا ۳۴۹)

جسے قرآن مجید میں ’’مقام ابراہیم‘‘ کے مبارک اعزاز سے نوازا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام جاری رکھا، اس پتھر نے باوجود سخت ہونے کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے پاؤں مبارک کے نقش کا گہرا اثر قبول کرلیا، اور اتنا لمبا زمانہ گزرنے کے باوجود اس پتھر میں سے وہ نشان نہیں مٹ سکا، جس جگہ پتھر پر کھڑے ہو کر آپ تعمیر فرماتے رہے، وہاں پاؤں مبارک کے نشان آج تک موجود ہیں۔ [۱]

جب دیواریں کچھ اور اونچی ہوگئیں تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کوئی عمدہ سا پتھر تلاش کر کے لاؤ جسے یہاں ایک کونے میں نصب کر دیا جائے، جو طواف کرنے والوں کے لئے ایک امتیازی نشان بن جائے، حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پتھر لے کر آئے تو دیکھا کہ اس جگہ اس سے بھی حسین پتھر لگ چکا تھا، پوچھا ابا جان یہ پتھر کون لایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا جبریل امین اس کو لے کر آئے ہیں۔ [۲]

موجود حطیم والی جگہ کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں داخل فرمالیا، مشرق کی جانب زمین برابر تھی، ایک دروازہ رکھا جس کی نہ تو چوکھٹ تھی، اور نہ ہی کواڑ، یہ فقید المثال اور عدیم النظر مکان چھت کے بغیر ہی تھا، جس کی دیواریں مٹی گارے کے بغیر پتھروں پر پتھر رکھ کر بنائی گئی تھیں۔ [۳]

خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا   وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا

(جاری ہے......)

---

[۱] ومقام إبراهيم هو الحجر الذى فيه أثر قدمه ، أو الموضع الذى كان فيه الحجر حين قام عليه ودعا الناس إلى الحج ، أو رفع بناء البيت وهو موضعه اليوم (تفسير البيضاوى تحت آيت ۱۲۷ من سورة البقرة)

(مَّقَامِ إبراهيم) أى أثـرُ قدميه عليه السلام فى الصخرة التى كان عليه السلام يقوم عليها وقتَ رفعِ الحجارةِ لبناء الكعبةِ عند ارتفاعِه(تفسير ابو السعود تحت آيت ۹۷ من سورة آل عمران)

وهذا كله يدل على أن المراد بمقام إبراهيم فى الآية :مقامه المسمى بذلك عند البيت ، وهو الحجر الذى كان فيه اثر قدمه عليه السلام ، وهذا قول كثير من المفسرين (فتح البارى لابن رجب، كتاب الصلاة)

[۲] فلما بنيا القواعد فبلغ مكان الركن ، قال إبراهيم لإسماعيل :اطلب لى حجراً حسناً أضعه ههنا .قال : يا أبت ، انى كسلان لغب .قال :علىّ ذلك .فانطلق يطلب له حجراً فأتاه بحجر فلم يرضه ، فقال :ائتنى بحجر أحسن من هذا .فانطلق يطلب حجراً فجاءه جبريل بالحجر الأسود من الجنة ، وكان أبيض ياقوتة بيضاء مثل الثغامة ، وكان آدم هبط به من الجنة فاسوّد من خطايا الناس ، فجاءه إسماعيل بحجر فوجد عنده الركن فقال :يا أبت ، من جاءك بهذا؟ قال :جاءنى به من هو أنشط منك(تفسير الدر المنثور تحت آيت ۱۲۷ من سورة الحج)

[۳] **تنبیہ:** واضح رہے کہ بنائے کعبہ کے متعلق مذکورہ جزوی تفصیلات میں سے کئی باتیں محض ظنی درجے کی ہیں، ان کو قطعیت کے درجہ میں نہیں رکھنا اور سمجھنا چاہئے۔

طب وصحت

حکیم محمد فیضان

روغنِ زیتون (Olive Oil)

زیتون کے درخت کی اونچائی تقریباً تین میٹر کے قریب ہوتی ہے۔ چمکدار پتوں کے علاوہ اس میں بیر کی شکل کا پھل لگتا ہے جس کا رنگ اُودا اور جامنی ذائقہ کسیلا سا ہوتا ہے۔

بنیادی طور پر یہ درخت ایشیائے کوچک، فلسطین، بحیرہ روم کے خطہ، یونان، پرتگال، سپین، ترکی، اٹلی، شمالی افریقہ، الجزائر، تیونس، امریکہ، کیلی فورنیا، میکسیکو، پیرو اور آسٹریلیا کے جنوبی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

زیتون کا تیل بطور صنعت اور برآمد کے فرانس، اٹلی، سپین۔ الجزائر، تیونس اور یونان سے آتا ہے۔ قرآن مجید میں زیتون اور اس کے تیل کا بار بار ذکر موجود ہے بلکہ ایک سورۃ مبارکہ کا نام التین ہے۔

زیتون کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مبارک یعنی برکت والا درخت قرار دیا ہے اور اس کو اہمیت عطا فرمائی۔ پھر لوگوں کو متوجہ کیا کہ زیتون، کھجور، انار اور انگور میں فوائد کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ پہلا درخت تھا کہ زمین پر اترنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا پھل کھایا۔

مفسرین کی تحقیقات کے مطابق زیتون کا درخت تاریخ کا قدیم ترین پودا ہے۔ طوفانِ نوح کے اختتام پر پانی اترنے کے بعد زمین پر جو سب سے پہلی چیز نمایاں ہوئی وہ زیتون کا درخت تھا۔ جب طوفان نوح میں پوری آبادی سوائے مؤمنین کے غرق ہوگئی۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت کو لے کر کئی دن سفر کرتے رہے انہوں نے ایک روز فاختہ کو ہدایت کی کہ وہ پانی کے اوپر پرواز کرے اور سیلاب کی صورتحال کا جائزہ لے۔ فاختہ جب لوٹ کر آئی تو اس کی چونچ میں زیتون کی ڈالی تھی۔ زیتون کا ذکر تقریباً تمام آسمانی صحیفوں (توریت وانجیل) میں ملتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں زیتون کی افادیت بتلائی گئی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ اس میں 70 بیماریوں سے شفاء ہے جس میں ایک کوڑھ بھی ہے (ابن ماجہ، الحاکم)

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے (شمائل ترمذی، مشکوٰۃ، دارمی) ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے زیتون کا تیل موجود ہے اسے کھاؤ اور بدن پر مالش

کرو کیونکہ یہ بواسیر میں فائدہ دیتا ہے (ابونعیم)

روغن زیتون کو عربی زبان میں دہن الزیت، فارسی میں زیت، انگریزی میں Olive oil اور اردو میں روغن زیتون کہتے ہیں۔

مزاج: اطباء نے روغن زیتون کا مزاج گرم، اول تر اول لکھا ہے مقدار (خوراک ۷ ماشہ تا دو تولہ)

زیتون کے چند فوائد وخواص: عرب ممالک میں روغن زیتون کو گھی کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے روٹی پر لگا کر شوق سے کھاتے ہیں، یہ غذائیت سے بھرپور ہے۔ اس لئے کمزور بچوں کے لئے نہایت مقوی غذائے دوائی ہے، جسم کو فربہ کرتا ہے۔ پٹھوں کو طاقت دیتا ہے۔ چہرہ کے رنگ کو نکھارتا ہے۔ بڑھاپے کی تکالیف اور اثرات کم کرتا ہے۔

روغن زیتون کا جگر پر خاص محرک اثر ہے اسی وجہ سے نالیدار غدود میں جب پتھریاں رک جائیں تو روغن زیتون کے استعمال سے پتھریاں خارج ہو جاتی ہیں اسی طرح پتہ کی پتھری کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر کے نکال دیتا ہے۔ درد جگر اور درد گردہ میں مفید ہے۔ یہ تبخیر معدہ اور پیٹ کی جلن کے لئے بہترین دوا ہے۔ پیٹ کے فعل کو اعتدال پر لاتا ہے پیٹ کے کیڑے نکالتا ہے۔ دائمی قبض کو دور کرتا ہے بہترین ملین ہے۔ معدہ اور آنتوں کے سرطان میں مفید ہے۔ معدہ کے السر (Peptic Ulcer) اور معدہ کے زخموں میں بہت مفید ہے۔ عرق النساء، ادھرنگ، فالج اور جوڑوں کے دردوں میں اکسیر ہے۔ فالج لقوہ اور سبھی دردوں کے لئے متاثرہ حصے پر روغن زیتون کی مالش کریں۔

ایسیڈ یا کسی بھی زہر کے اثر کو ختم کرتا ہے، زہر خوردنی میں روغن زیتون دودھ میں ملا کر پلانے سے آرام آ جاتا ہے اور جان بچ جاتی ہے۔ جلد کی بیماریاں زخم، سوزش، چھائیاں، کیل، مہاسے اور مسوں پر روغن زیتون کی مالش کرنے سے بہت جلد یہ تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ روغن زیتون حسن وزیبائش کے فارمولوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کوڑھ کے مریض کو روغن زیتون روزانہ پلانے اور لگانے سے آرام آ جاتا ہے کیونکہ یہ جراثیم کش تاثیر کا حامل ہے اسی لئے تپ دق، دمہ، نزلہ، زکام کے لئے بھی مفید ہے۔

پھوڑا پھنسی کے لئے: پیاز کوٹ کر روغن زیتون میں گرم کر کے باندھیں جلد پھوٹ جائے گا روغن زیتون داد چنبل اور خشک گنج پر لگانے سے آرام آتا ہے۔ سلائی سے آنکھ میں لگانے سے آنکھ کی سُرخی کٹ جاتی ہے۔

نمونیہ کے لئے: بچوں کو اگر سردی لگ جائے پسلیوں میں درد ہو تو روغن زیتون چار چمچہ تارپین کا تیل تین

چمچہ کافور دو گرام ملا کر صبح شام مالش کرنا بہت مفید ہے۔

نزلہ زکام نکسیر کے لئے: کلونجی دو گرام پیس کر روغن زیتون پندرہ گرام میں چند منٹ جوش دیں اور نیم گرم ناک میں قطرے ٹپکائیں یہ نکسیر کے لئے بھی مفید ہے۔ نزلہ کی وجہ سے ناک بند ہو تو چند قطرے روغن زیتون ناک اور کانوں میں ٹپکانے سے آرام آجاتا ہے۔

نیند نہ آنا: ناریل کا تیل، روغن بادام، روغن کدو، روغن زیتون ہم وزن ملا کر رکھ لیں اور روزانہ رات کو سر پر اور پیروں کے تلووں پر مالش کریں انشاءاللہ نیند نہ آنے کی شکایت دور ہو گی۔

خنازیر کے لئے: گائے کا سینگ جلا کر ان کی راکھ روغن زیتون میں ملا کر مرہم تیار کریں اور گلٹیوں پر لگائیں جلدی آرام ہوگا۔

گنج کے لئے: تمبا کو کے تازہ پھول پیس کر زیتون کے تیل میں ملا کر گنج پر لگانے سے بال نکل آتے ہیں

ادھرنگ کے لئے: ایک پاؤ لہسن پیس کر دو چھٹانک روغن زیتون ملا کر ہلکی آنچ دیں کہ لہسن سیاہ ہو جائے تیل چھان کر محفوظ کر لیں اور دن میں دو تین مرتبہ مالش کریں، ان شاءاللہ جلد فائدہ ہوگا۔

کانوں کے لئے:۔ کان بجتے ہوں، بہرہ پن ہو اس کے لئے ایک پاؤ روغن زیتون میں آکھ کے پتوں کا رس آدھ پاؤ ملا کر پکائیں جب پانی خشک ہو جائے تو لہسن کٹا ہوا ایک تولہ ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں کہ وہ جل کر سیاہ ہو جائے تو تیل کو محفوظ کر لیں روزانہ چمچہ میں گرم کر کے دن میں دو دفعہ کان میں ڈالیں بہرہ پن ٹھیک ہو جائے گا۔

بالوں کے لئے: کلونجی، حب الرشاد، شاہ مکی، مہندی ہم وزن پیس کر چھ گنا روغن زیتون ملا کر پندرہ بیس منٹ ہلکی آنچ پر پکائیں اور چھان کر محفوظ کر لیں۔ یہ تیل مسلسل سر پر لگائیں بال بڑھیں گے اور بالوں میں چمک پیدا ہو گی سر کی خشکی اور پھنسیاں دور ہوں گی، یہی تیل ایگزیما چنبل اور بغلوں کی خارش پر لگانے سے فائدہ ہوگا۔

کیمیائی تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں ۷۲ فیصد اوین (Ovein) ایک سیال روغن جو کہ اولیو ایسڈ (Olive Acid) اور گلیسرین کا مرکب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ لینونن (Lynonine) اور پالمیٹین (Palmition) ۲۸ فیصد اجزاء پائے جاتے ہیں۔ اس تیل کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں چیونٹیاں نہیں آتیں اور جلایا جائے تو دوسرے تیلوں کی طرح دھواں نہیں دیتا۔

(ماخذ و مراجع: طبِ نبوی اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد محمود غزنوی / اسلام اور جدید سائنس از ڈاکٹر حکیم قدرت اللہ قادری / زیتون کی ڈالی از ڈاکٹر عائشہ درانی / و دیگر طبی کتب)

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

☐......۲۷/ ذی الحجہ و۴/ ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/ محرم متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

☐......۲۷/ ذی الحجہ جمعہ شام جناب عابد صاحب (بہنوئی حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم) کی دختر نیک اختر کی رخصتی کی تقریب میں حضرت مدیر صاحب بمع اہلِ خانہ شریک ہوئے۔

☐......۲۹/ ذی الحجہ و۶/ ۱۳/ ۲۰ محرم اتوار بعد عصر ہفتہ وار مجلسِ ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

☐......۳۰/ ذی الحجہ پیر دوپہر کو جناب حکیم محمد فیضان صاحب کی طرف سے اہلِ ادارہ کی ضیافت تھی، آپ ائیر پورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی اپنے نئے مکان میں منتقل ہوئے، آپ کی بیماری میں ان دنوں تخفیف رہی۔

☐......۲/ محرم بدھ بندہ امجد اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد (اولڈ کیمپ) کے آڈیٹوریم ہال میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے تحت منعقد ہونے والی ایک علمی نشست میں شریک ہوا، اسی روز بعد ظہر فیض آباد میں ادارہ کی نمائندگی کرتے ہوئے بندہ امجد نے ایک کاروباری معاملہ کی تکمیل و توثیق کی۔

☐......۷/ محرم مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم ماہنامہ "التبلیغ") کے چچا صاحب کا فیصل آباد میں انتقال ہوا، مولانا فیصل آباد تشریف لے گئے، جمعرات ۱۰/ محرم کو واپسی ہوئی، مرحوم کی وفات عین جوانی میں ایک حادثہ کے نتیجہ میں ہوئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائیں، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

☐......۹/ و۱۰/ محرم کو ادارہ غفران میں حسبِ سابق عمومی روزہ تھا۔

☐......۲۰/ محرم اتوار جناب مولانا مفتی محمد معاذ صاحب (دارالافتاء، جامعۃ الحبیب، چکوال) ادارہ تشریف لائے، اور حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی۔

☐...... جناب حکیم محمد فیضان صاحب عیدالاضحیٰ کے بعد سے بیمار چلے آرہے ہیں، قارئین "التبلیغ" سے ان کی صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

22 دسمبر 2008ء بمطابق 23 ذی الحجہ 1429ھ: بھارت: پاکستان تعاون کرے ورنہ یکطرفہ حملے کا آپشن کھلا ہے، بھارت : پاکستان عالمی تنہائی کا شکار نہیں، جنگ مسلط کی گئی تو بھرپور دفاع کیا جائے گا، پاکستان **23 دسمبر**: پاکستان: بھارتی دھمکیوں کے پیشِ نظر مسلح افواج ہائی الرٹ سرحدوں کی کڑی نگرانی، بڑے شہروں پر طیاروں کی پروازیں **24 دسمبر**: پاکستان: ممبئی حملوں کے حوالے سے بھارت نے پاکستان کے خلاف شواہد پیش نہیں کیے، سیکرٹری جنرل انٹرپول **25 دسمبر**: پاکستان: لاہور مبینہ بھارتی جاسوس گرفتار، 3 جعلی شناختی کارڈ حساس دستاویزات برآمد **26 دسمبر**: پاکستان: محرم الحرام اشتعال انگیز تصاویر اور فرقہ وارانہ لٹریچر کی تقسیم پر پابندی مختلف مسالک کے درمیان دس نکاتی ضابطہ اخلاق طے پاکستان: لاہور بھارتی جاسوس کے مزید 7 ساتھی گرفتار، بھاری اسلحہ اور خفیہ نقشے برآمد **27 دسمبر**: پاکستان: پاکستان کی دفاعی تیاریاں مکمل، فوج کی چھٹیاں منسوخ، فضائیہ کی پروازیں جاری **28 دسمبر**: فلسطین: غزہ پر اسرائیلی میزائل حملے، 195 شہید 200 سے زائد زخمی **29 دسمبر**: پاکستان: ضمنی انتخاب کے پولنگ اسٹیشن پر بونیر میں خودکش دھماکہ 33 جاں بحق، 28 سے زائد زخمی **30 دسمبر یکم محرم الحرام 1430ھ**: افغانستان: جھڑپ و کار بم دھماکہ 10 اتحادی فوجی ہلاک، میزائل حملے میں 3 بہنیں جاں بحق **31 دسمبر**: فلسطین: اسرائیلی جارحیت جاری، شہداء کی تعداد 300 سے تجاوز **یکم جنوری 2009ء**: پاکستان: نئے سال کا پہلا تحفہ، گیس کا اوسطاً 8 فیصد مہنگی، پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتیں برقرار اطلاق آج سے ہوگا **2 جنوری** : پاکستان: سلامتی کونسل کا اجلاس امریکہ برطانیہ نے اسرائیل کے خلاف قرارداد مسترد کر دی غزہ پر تازہ فضائی حملے میں مزید 10 فلسطینی شہید **3 جنوری** : پاکستان: محرم الحرام مذہبی رواداری کی فضاء برقرار رکھی جائیگی، منتخب نمائندوں، علمائے کرام اور انتظامیہ کا اتفاق رائے **4 جنوری** : پاکستان: آج سے ملک بھر میں غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ ختم **5 جنوری** : فلسطین: غزہ میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کا انکشاف، 42 شہید **6 جنوری** : ویانا: گوانتاناموبے میں قید زیادہ تر افراد بے گناہ ہیں، زیادہ تر افراد امریکی ڈالروں کی وجہ سے پاکستانی شکاریوں کے ہاتھ لگ گئے، ٹارچر انوسٹی گیٹر اقوامِ متحدہ **7 جنوری** : پاکستان: امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر کو ہلال قائدِ اعظم ایوارڈ دینا صحیح فیصلہ نہیں، ڈپٹی چیئرمین سینٹ **8 جنوری** : پاکستان: قومی سلامتی کے مشیر محمود علی درانی برطرف، جنرل ضیاء الحق مرحوم کے طیارے کی تباہی سے لیکر اب تک درانی کا کردار مشکوک ہے، شیخ رشید **9 جنوری** : پاکستان: مختلف حلقوں کی جانب سے غزہ میں اسرائیلی

دہشت گردی کی مذمت ✍ **10 جنوری** :پاکستان:سلامتی کونسل فائر بندی کی قرارداد ماننے سے اسرائیل کا انکار،امریکہ رائے شماری سے لاتعلق ✍ پاکستان:اب تو اسلامی دنیا کو امریکہ کی خفیہ واعلانیہ اسرائیلی حمایت وپشت پناہی کو بھانپتے ہوئے،نیٹو کی طرز پر اسلامی بلاک بنانے طرف سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیئے،تاکہ مسلمانوں کے مسائل خود مسلمان حل کرنے کے قابل ہوسکیں ✍ **11 جنوری** :پاکستان:صرف ممبئی حملے ہی کیوں نظر آتے ہیں،دنیا دہرا معیار ترک کرے،پاکستان تنہا نہیں،وزیرِ اعظم گیلانی،یہ بات واقعتاً قابلِ توجہ ہے کہ بین الاقوامی دنیا کو فلسطین میں نہتے شہریوں پر اسرائیلی جارحیت،اور کشمیر میں انڈیا کی بربریت اور دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کیوں نظر نہیں آتے؟ ✍ **12 جنوری** :پاکستان:کوئی ملزم کسی دوسرے ملک کے حوالے نہیں کریں گے،وزیر اعظم گیلانی ✍ **13 جنوری** :پاکستان:عدلیہ کی آزادی،صدر کے اختیارات میں کمی،قومی اسمبلی میں 18 ویں ترمیم کابل پیش ✍ **14 جنوری** :پاکستان:صدر زرداری وعدے پورے کریں،دوبارہ اتحاد کے لئے تیار ہیں،نواز شریف ✍ **15 جنوری** :انڈیا:پاکستان نے مطلوبہ ملزمان حوالے نہ کئے تو جنگ ہوسکتی ہے،بھارت ✍ **16 جنوری** :انڈیا:مطلوبہ افراد کے خلاف پاکستان میں قانونی کارروائی منظور ہے،بھارت ✍ **17 جنوری** :پاکستان:پوٹھوہار زون اور سرحد میں سی این جی 4.50 روپے اور سندھ اور اندرونِ پنجاب میں 3.50 روپے فی کلو مہنگی ✍ **18 جنوری** :پاکستان:تحقیقاتی کمیشن سے 10 روز میں ابتدائی رپورٹ طلب،بھارت وقت دے مکمل تعاون کریں گے،پاکستان ✍ **19 جنوری** :پاکستان:اسرائیل غزہ سے اپنی افواج واپس اور حماس راکٹ حملے بند کرے،عالمی برادری ✍ **20 جنوری** :فلسطین:یہودی مذہبی ربی نے ایک حکم نامے میں فلسطینی عورتوں اور بچوں کے قتل کو جائز قرار دے دیا،اس قسم کا فتوی اگر کسی مسلمان کی طرف سے جاری کیا گیا ہوتا تو مغربی دنیا اور اقوامِ متحدہ آسمان سر پر اٹھا لیتی اور اسے دہشت گرد اور نہ جانے کیا کیا القابات دیے جاتے،کاش کہ امتِ مسلمہ کی قیادت اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے تحفظ کے لئے اپنے وسائل کا صحیح استعمال کرے اور اسلامی دنیا کے مسائل کو حل کرے ✍ **21 جنوری** :پاکستان:ڈیوڈ کی پاکستانی قیادت سے ملاقاتیں،امریکی حملے قبائلی عوام میں حکومتی حمایت ختم کر رہے ہیں،صدر وزیرِ اعظم بعض ذرائع کا کہنا ہے،کہ امریکی حملوں کا مقصد قبائلی عوام اور حکومتِ پاکستان کو آپس میں دست وگریبان کرنا ہے،ناقل ✍ **22 جنوری** :پاکستان:96 تا 98ء نواز دور کے 7700 برطرف ملازمین بحال 3 سال کی تنخواہ بھی ملے گی،بعض ذرائع کا خیال ہے کہ ان میں سے اکثر کی تعیناتی 93ء تا 96 کے بے نظیر دور میں خالص جماعتی بنیادوں پر کی گئی تھی،اس طرح کے اقدامات سے کہیں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان سابقہ خلفشار دوبارہ جنم نہ لے،نیز گرتی ہوئی ملکی معیشت پر اس طرح کا بوجھ ڈالنا ؎ بابر بعیش کوش کہ دنیا دیگر نیست کا عندیہ ہے